اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی

رسالہ موسومہ

خواص خاں ولی

مصنفہ

اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

جسکو جناب مصنف سے حقوق تالیف و اشاعت دائمی خرید کر

منیجر تجارتی کتبخانہ

حسن نظامی ایسٹرن لٹریچر کمپنی لمیٹڈ دہلی نے

مرزا محبوب بیگ صاحب کے محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

دیباچہ

جس طرح دنیا میں افراد و اشخاص پیدا ہوتے اور مرتے رہتے ہیں اسی طرح اقوام بھی پیدا ہوتی اور فنا کے گھاٹ اترتی رہتی ہیں۔ افراد کے ایام حیات عموماً جسمانی امراض و عوارض کے ذریعہ ختم ہوتے اور اقوام کی زندگیاں روحانی و اخلاقی بیماریوں کی بدولت مبدل بہ مرگ فنا ہو جاتی ہیں۔ اخلاقی بیماریوں سے قوم کے بچانے کی ایک بہترین تدبیر یہ ہے کہ اخلاف کو اسلاف کے حالات سنائے جائیں۔ ذی عقل اور سمجھدار لوگوں کو جب کبھی اپنی قوم کی پستئ ہمتی اور خصائل رذیلہ کے علاج کی ضرورت پیش آئی ہے تو انھوں نے بلند حوصلہ اور باہمت لوگوں کے سوانح حیات سنا سنا کر مرتی ہوئی قوم کو بچا بچا لیا ہے۔ ہمارے زمانہ میں شکم پروری کے دھندوں میں اوقات اس قدر پر اور لبریز ہو گئے ہیں کہ بڑی بڑی تاریخی کتابوں کے مطالعہ کرنے اور غور پذیر ہونے کی ہزار ایک شخص کو بھی مہلت و فرصت نہیں اور اگر کسی کو فراغت میسر بھی ہے تو جھوٹے افسانوں نے جو تاریخی کتابوں کے نام سے بہت بڑی تعداد میں چھپ کر مند اول ہیں اصل اور صحیح تاریخوں کے لیے دروازے بند کر دیے ہیں۔ بنا بریں بعض عزیزوں کے توجہ دلانے سے میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنی مسلسل مصروفیت اور مطالعہ کتب کے درمیان کبھی کبھی دو چار روز کی مہلت نکال کر ہندوستان کے کسی ایسے فرزند کی زندگی کے حالات مرتب کر دیا کروں جو بادشاہوں اور صاحب تخت و تاج لوگوں کے سلسلہ میں شامل نہ ہو لیکن اس کے کارنامے اور اخلاقی نمونے ہندوستان کی تاریخ کا قابل تذکرہ جزو کہے جا سکتے ہوں۔ یہ چھوٹے چھوٹے رسالے یقیناً باآسانی مطالعہ کر لیے جائیں گے اور مجھ کو امید ہے کہ یہی رسالے تاریخی ذوق پیدا کر کے قوم کو اپنی صحیح اور اصلی تاریخ کی طرف متوجہ کر دینگے۔ اگر میرے اس خیال کو نتائج نے صحیح ثابت کیا تو انشاء اللہ تعالیٰ اس قسم کے ارمغان دوستوں کی خدمت میں بار بار اور جلد جلد پیش ہوتے رہیں گے۔ آج ایک ایسے شخص کے سوانح زندگی سنانا چاہتا ہوں جو عام طور پر پٹھانوں کا غلام سمجھا جاتا ہے حالانکہ وہ غلام نہیں بلکہ آزاد صحیح النسب پٹھان اور شیر شاہ اعظم کا تربیت کردہ تھا۔ اس کی زندگی کہاں تک قابل تقلید اور کامیاب زندگی کہی جا سکتی ہے اور کون کون سی باتیں اس میں قابل احتراز اور موجب اعتراض تھیں اس کا فیصلہ قارئین کرام خود کرینگے۔ میں نے جہاں تک ممکن تھا حالات و واقعات مرتب و فراہم کر دیے ہیں۔ والسلام

اکبر شاہ خاں
نجیب آباد

یکم جنوری ۱۹۲۹ء

خواص خاں ولی

خاندان اور نسب

ہندوستان میں جب لودی پٹھانوں کی سلطنت قایم تھی تو ایک نہایت معمولی سردار حسن خاں پٹھان نے جو پانسو سواروں کا افسر اور سہسرام و ٹانڈہ دو پرگنوں کا جاگیردار تھا کسی پٹھان کے ایک بیکس اور یتیم بچّے کو جسے سکھا کھکر پکارتے تھے پرورش کیا اس لڑکے کا اصل نام تو کچھ اور ہی ہوگا مگر وہ اسی نام سے معروف اور جوان ہو کر ملک سکھا ہی کے نام سے مشہور رہا کسی تاریخ سے صراحت کے ساتھ یہ پتہ نہیں چلتا کہ ملک سکھا پٹھانوں کے کس قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا مگر غالب گمان یہ ہے کہ وہ پٹھانوں کے قبیلہ شروانی کا ایک فرد تھا۔ یہ قرینہ اس لیے زیادہ قوی ہے کہ ملک سکھا کے بیٹوں کی شادیاں پٹھانوں کی قوم شروانی میں اور بیٹی کی شادی قبیلہ ترین میں ہوئی۔ اُس زمانہ کے پٹھان غیر کفو میں شادیاں نہیں کرتے تھے۔ عہد شیر شاہی میں قبیلہ سنبل کی بربادی محض اسی بات پر ہوئی کہ انھوں نے

غیر کفو میں لڑکی کی شادی نہیں کرنی چاہی۔ شروانی لوگ ایسے نہ تھے کہ وہ
اپنی بیٹیاں کسی مجہول النسب کو دیتے۔ شروانی قبیلہ میں بیٹوں کی شادیاں
ہونا دلیل اس بات کی ہے کہ ملک کھا شروانی قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔
بعض تاریخوں میں ملک کھا کے چھوٹے بیٹے کا نام صاف طور پر "ملک احمد
شروانی" لکھا ہے۔ مگر چونکہ ملک کھا نے حسن خاں سور کے گھر پرورش
پائی تھی اور آخر تک حسن خاں کی اولاد کے ساتھ مصروف خدمات
رہا لہذا لوگ اُس کو حسن خاں کا "خاص خیل" کہنے لگے۔ پٹھانوں کی تاریخ
میں "خاص خیل" کا لفظ بمعنی پروردہ اور بعض اوقات بمعنی غلام
استعمال ہوا ہے چونکہ ملک کھا کے پروردۂ حسن خاں ہونے میں کلام نہیں
لہذا خاص خیل کے اصطلاحی لفظ کا اُس کی نسبت استعمال ہونا قابل اعتراض
نہیں لیکن وہ مجہول النسب یا ہندی الاصل غلام ہرگز نہ تھا اور اُس
زمانہ کے پٹھانوں نے جن کو قوم و نسب کا بہت ہی زیادہ خیال تھا
ملک کھا یا اُس کی اولاد پر نسب کے معاملے میں کبھی کوئی اعتراض نہیں
کیا بلکہ ہمیشہ شریف پٹھان سمجھا۔ یہاں تک کہ اُن پٹھانوں کی زبان پر بھی
جو ملک کھا کی اولاد کے سخت دشمن ہو گئے تھے اور اُن کو بُرا کہتے تھے قوم
و نسب کی نسبت کوئی طعنہ نہیں آیا۔ ابوالفضل اور اس کے بعد کے
مورخین نے اُس کو غلام لکھنا شروع کر دیا۔

ملک سکھا کی اولاد حسن خاں کی وفات کے بعد سلطان ابراہیم لودھی نے اُس کے بڑے بیٹے فرید خاں کو دونوں مذکورہ پرگنوں کی سند حکومت عطا کی تو فرید خاں نے اپنی طرف سے ملک سکھا مذکور کو پرگنہ ٹانڈہ یعنی اپنی نصف جاگیر کا حاکم و منتظم مقرر کیا جو دلیل اس بات کی ہے کہ فرید خاں کو اپنے بھائیوں میں سے کسی پر اس قدر اعتماد نہ تھا جس قدر کہ ملک سکھا کی قابلیت و وفاداری پر اُس کو اعتبار تھا۔ چند روز کے بعد محمد خاں سور ایک دوسرے بڑے جاگیر دار نے اپنے خاص خیل شادی خاں کو ایک زبردست فوج دیکر فرید خاں کا علاقہ چھین لینے کے لیے بھیجا تو ملک سکھا شادی خاں کے مقابلے میں لڑتا ہوا مارا گیا۔ اُس نے ایک بیٹی اور چار بیٹے چھوڑے جن کے نام خواص خاں۔ صاحب خاں۔ شمس خاں اور احمد خاں تھے۔ ان چاروں کو فرید خاں نے اپنے بھائیوں اور بیٹوں سے کسی طرح کم نہیں سمجھا۔ فرید خاں نے شیر خاں بنکر اور ملک بہار پر قابض و متصرف ہوکر بنگالہ کے دارالسلطنت گور (لکھنوتی) کی جانب فوج بھیجی اور خواص خاں ابن ملک سکھا کو اس فوج کا سپہ سالار بناکر رخصت کیا۔ قلعہ گور کے محاصرہ میں خواص خاں قلعہ کی خندق میں گر کر فوت ہوا تو شیر خاں نے اُس کے دوسرے بھائی صاحب خاں کو خواص خاں کا خطاب دیکر اور بھائی کی جگہ سپہ سالار

بنا کر روانہ کیا۔ اسی خواص خاں ثانی ابن ملک سکھا کے حالات زندگی اس وقت سُنانے منظور ہیں۔

خواص خاں کے جنگی کارنامے

ابھی تک ہمایوں اور شیر خاں کے درمیان کوئی تنازع اور مخالفت نہ تھی۔ ملک بہار عرصے سے پٹھانوں کے قبضہ میں چلا آتا تھا شیر خاں جو ملک بہار پر قابض و متصرف تھا بنگالہ کو اپنے قبضہ میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ہمایوں کے کسی مقبوضہ علاقہ پر قابض ہونے اور اُس کو ناراض کرنے کا شیر خاں ہرگز خواہاں نہ تھا کہ یکایک ہمایوں نے قلعہ چنار شیر خاں سے زبردستی چھین لینا چاہا۔ شیر خاں نے اپنے بیٹے جلال خاں اور ملک سکھا کے دوسرے بیٹے صاحب خاں کو قلعہ چنار کی حفاظت کے لیے مامور کیا۔ جہاں محصور ہو کر ان دونوں نے چھ مہینے تک ہمایوں کو مصروف رکھا۔ اُدھر ملک سکھا کے بڑے بیٹے خواص خاں اول کو شیر خاں نے بنگالہ کی طرف روانہ کیا اور اُس نے وہاں پہنچکر بنگالہ کے دارالسلطنت گور کا محاصرہ کر لیا۔ شیر خاں خود جھاڑکھنڈ (ہزاری باغ) کے جنگل کو مامن بنا کر اپنے اہل و عیال کو مع خزانہ وہاں لے آیا اور اسی جنگل میں اپنی بقیہ معتمد فوج کو فراہم کیا۔ صاحب خاں اور جلال خاں وغیرہ

محصورین نے ہمایوں اور مشہور قلعہ کشا رومی خاں میر آتش کو چھ مہینے ناک چنے چبوا کر صلح اور عہد و پیمان کے ساتھ بماہ رمضان ۹۴۴ھ قلعہ چنار خالی کیا اور شیر خاں کے پاس جھاڑکھنڈ میں چلے آئے۔ ہمایوں قلعہ چنار پر قابض ہو کر بہار کو قبضہ میں لانے کی تیاری کرنے لگا۔ شیر خاں نے اپنے بیٹے جلال خاں کو چنار سے آتے ہی فوراً خواص خاں اوّل کی مدد کے لیے بنگالہ کی طرف روانہ کیا اور قلعہ گور کے جلد فتح کر لینے کی تاکید کی۔ ۹۴۴ھ کے آخر ماہ رمضان اور شروع ماہ شوال کے دو تین ہفتے قلعہ رہتاس کے نیچے میدان میں شیر خاں نے بڑی پریشانی اور بے اطمینانی کے عالم میں بسر کیے۔ اسی ماہ شوال میں اُس کے پاس قلعہ رہتاس میں داخلہ سے پہلے بنگالہ کے دار السلطنت گور سے جلال خاں کا فرستادہ قاصد پہنچا کہ میرے یہاں پہنچ جانے کے بعد خواص خاں محاصرہ کو کامیاب بنانے کی کوشش کرتا ہوا اتفاقاً قلعہ گور کی خندق میں گر کر فوت ہو گیا۔ اس المناک خبر نے شیر خاں کو اور بھی زیادہ پریشان و سراسیمہ بنا دیا۔ مگر اگلے ہی روز قلعہ رہتاس کے قبضہ میں آجانے سے اُس کی پریشانی مبدل بہ اطمینان ہوئی۔ شیر خاں نے اس قلعہ میں قطب خاں اور عادل خاں اپنے دونوں بیٹوں کو اہل و عیال اور مناسب جمعیت کے ساتھ چھوڑ کر خواص خاں مرحوم کے دوسرے بھائی صاحب خاں ابن

ملک سکھا کو خواص خاں کا خطاب دیکر تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ قلعہ رہتاس سے گور کی جانب رخصت کیا اور رخصت کرتے وقت حکم دیا کہ جسقدر جلد ممکن ہو گور کو فتح کرو۔ اگر گور کے محاصرہ نے طول کھینچا اور وہ جلدی فتح نہ ہوا تو میرے تمام منصوبے خاک میں ملجائیں گے۔

قلعۂ گور کی فتح

خواص خاں ثانی رہتاس سے دو منزلہ اور سہ منزلہ یلغار کرتا ہوا گور کی جانب روانہ ہوا اور شیر خاں خود نہایت ہلکے سامان اور بھاری لشکر کے ساتھ جھارکھنڈ کے جنگل میں جاکر مقیم ہوا۔ اُس نے ایک طرف ہمایوں کے حال سے باخبر رہنے کے لیے ہوشیار اور مستعد جاسوس مقرر کیے۔ دوسری طرف بنگالہ اور گور کی جانب سے روزانہ خبریں منگانے کے لیے چوکیاں قایم کیں۔ ہمایوں نے قلعہ چنار پر قابض ہوکر سات مہینے بہار کے بعض شہروں پر قابض ہونے میں ضایع کردیے۔ اُدھر خواص خاں ٦۔ ماہ ذیقعدہ ۹۴۴ھ کو گور پہنچکر ایک لمحہ کا توقف کیے بغیر فوراً ہی قلعہ پر حملہ آور ہوا۔ جلال خاں نے ہرچند سمجھایا کہ ابھی سفر سے آئے ہو ذرا کمر کھول کر آرام کرو۔ خواص خاں نے کہا کہ شیر خاں کا حکم ہے کہ جاتے ہی گور کو فتح کرو۔ میں یہاں پہنچکر ایک لمحہ بھی ضایع نہیں کرسکتا یہ کہکر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قلعہ کے دروازہ کی طرف بڑھا۔ جلال خاں بھی اُس کے ساتھ ہوا اور افسران فوج

کے پاس آدمی دوڑائے کہ سامان قلعہ گیری لیکر اور مسلح ہوکر جلد پہنچو۔ چنانچہ اُسی روز قلعہ پر قبضہ ہوگیا اور بنگالہ کا بادشاہ محمود شاہ معمولی مقابلہ کے بعد قلعہ کے دوسرے دروازہ سے نکلکر فرار ہوا۔ خواص خاں نے قلعہ فتح کر لینے کے بعد اپنی کمر کھولی اور کھانا کھایا۔

ہمایوں کی متلون مزاجی شیر خاں ہمایوں کے لشکر اور اس کی نقل و حرکت کی کیفیت برابر معلوم کر رہا تھا۔ ماہ جمادی الاول اُس کے پاس خبر پہنچی کہ ہمایوں ملک بہار کے اکثر شہروں میں اپنی طرف سے حاکم مقرر کرکے بنگالہ کی طرف فوج کشی کرنے والا ہے اور اُس نے ابتک صرف برسات کے گذرنے کا انتظار کیا ہے۔ یہ سنتے ہی شیر خاں نے ہمایوں کے پاس جبکہ ہمایوں بنارس میں مقیم تھا درخواست بھیجی کہ بنگال میری فوج نے بسرداری خواص خاں فتح کر لیا ہے۔ بہار کا ملک پہلے ہی سے میرے قبضہ میں ہے۔ آپکے مقبوضہ ملک میں میں نے کوئی مداخلت نہیں کی۔ آپ نے بہار کے بعض علاقوں پر میری توقع کے خلاف قبضہ کر لیا ہے۔ اگر آپ ملک بہار پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں تو میں بہار سے دست بردار ہوکر صرف ملک بنگالہ پر قناعت کرونگا اور اگر بہار بھی میرے قبضہ میں چھوڑا جائے تو دس لاکھ روپیہ سالانہ بطور خراج ادا کرتا رہونگا

بشرطیکہ آپ بنارس ہی سے واپس تشریف لیجائیں اور آگے نہ بڑھیں۔
ان میں خدمات شائستہ سے اپنی وفاداری کا ثبوت بہم پہنچاؤنگا آپ کی
خدمت میں حاضر ہو سکونگا فی الحال مجھکو حاضری سے معاف رکھا جائے۔
اور بہار کی سند حکومت میرے پاس بھیجدی جائے۔ ہمایوں نے شیرخاں
کی اس درخواست کو قبول کر لینا مناسب سمجھکر دس لاکھ روپیہ سالانہ کے
اقرار پر بہار کی سند حکومت معہ اسپ خاص و خلعت خاص
شیرخاں کے پاس بھیجدی اور فرمان خاص کے ذریعہ اُس کو بنگالہ کا خود مختار
حاکم تسلیم کر لیا۔ شیرخاں فرمان شاہی اور خلعت خاص کے پہنچنے سے بہت
خوش اور مطمئن ہوا اور شاہی ایلچی کو خوب انعام و اکرام دیکر رخصت کیا۔
ہمایوں بھی اس طرح بلا کشت و خون ملک بہار میں اپنی شہنشاہی
قایم ہونے سے خوش اور مطمئن تھا لیکن ہمایوں اور شیرخاں دونوں
کی یہ خوشی عارضی تھی۔ ہمایوں جب شیرخاں کے پاس فرمان اور خلعت
بھیج چکا تو محمود شاہ بنگالی کا ایلچی بنارس میں ہمایوں کے پاس پہنچا اور
محمود شاہ کی جانب سے عرض کیا کہ اگرچہ دار السلطنت بنگالہ پٹھانوں
نے فتح کر لیا ہے لیکن ملک بنگالہ میں میرا اثر اور طاقت موجود ہے۔ آپ
اس طرف تشریف لائیں تو بڑی آسانی سے پٹھانوں کا استیصال
ممکن ہے۔ ابھی تک بنگالہ میں اُن کے قدم اچھی طرح نہیں جمے ہیں۔

بنگالہ میں اُن کی آمد و رفت کے راستے بند کرکے میں خود بھی حاضر خدمت ہونے والا ہوں۔ ہمایوں نے اس پیغام کے پہنچتے ہی بنگالہ کی طرف فوج کشی کا ارادہ کیا۔ برہی برلاس اور دلاور خاں لودی المخاطب بہ خانخاناں کو معہ بائیس امیروں[۲۷] کے حکم دیا کہ مشرق کی جانب بطور ہراول کوچ کرو۔ مرزا ہندال کو آگرہ کی جانب رخصت کیا کہ ہمارے بنگال سے واپس آنے تک دار السلطنت آگرہ میں بطور نائب السلطنت قیام کرو۔ ایلچی ابھی شیر شاہ سے رخصت ہوکر ہمایوں کے پاس واپس نہ پہنچا تھا کہ ہمایوں کی فوج بنگالہ سے بنارس کی جانب روانہ ہوگئی۔ ہمایوں کا پیش رو لشکر قصبہ منیر شیخ یحییٰ (ضلع پٹنہ) میں پہنچا تھا کہ محمود شاہ بنگالی بھی قصبہ منیر کے قریب پہنچ گیا۔ خانخاناں اور برہی برلاس اپنے ہمراہی لشکر کو قصبہ منیر میں چھوڑ کر محمود شاہ بنگالی کے استقبال کو آگے بڑھے جب محمود شاہ کو لیکر واپس آئے تو ہمایوں بھی جو معہ لشکر پیچھے آ رہا تھا قصبہ منیر میں داخل ہو چکا تھا۔ شیر خاں کو شاہی ایلچی کے رخصت کرنے کے بعد ہی یہ معلوم ہو گیا کہ ہمایوں اپنی تحریر کے خلاف بنارس سے مشرق کی طرف روانہ ہو رہا ہے۔ وہ یہ خبر سنتے ہی صرف پانسو آدمیوں کے ساتھ نہایت تیز رفتاری سے بنگالہ کی جانب روانہ ہوا اور گور

(لکھنوتی) پہنچتے ہی خواص خاں اور جلال خاں دونوں کو دس ہزار فوج کے ساتھ گذرگاہ گڈھی (سیکری گلی) کی طرف جو بنگالہ میں داخل ہونے کا ایک ہی راستہ اور بنگالہ کا دروازہ کہلاتا تھا، روانہ کرکے حکم دیا کہ گڑھی میں ہر قسم کی مضبوطی کرکے ہمایوں کی فوج کا انتظار کرو اور جبتک میرا حکم نہ پہنچے ہمایوں کو روکے رہو۔ رخصت کرتے وقت خاص طور پر تاکید کی کہ تمھارا کام ہمایوں کو گڑھی پر روکے رکھنا ہے ہمایوں سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔

خواص خاں ہمایوں کا سدِّ راہ خواص خاں نے معہ جلال خاں گڑھی پہنچکر ہر قسم کی مضبوطی کی اور گڑھی کا دروازہ بند کرکے توپیں نصب کرلیں۔ ہمایوں مونگیر میں دلاور خاں لودی المخاطب بہ خانخاناں کو حاکم مقرر کرکے بنگالہ کی طرف بڑھا۔ ہمایوں کا پیشرو دستہ یکم رجب ۹۴۵ھ کو گڑھی کے دروازہ سے تین کوس کے فاصلہ پر پہنچکر خیمہ زن ہوا۔ اُس کے بعد ہی ہمایوں بھی بڑی فوج لیے ہوئے پہنچ گیا اور اپنے پیشرو دستہ سے سات کوس پیچھے مقیم ہوا۔ خواص خاں نے دو مہینے تک ہمایوں اور اُس کی فوجوں کو گڑھی کے سامنے روکے رکھا۔ اس عرصہ میں مغل روزانہ گھوڑوں پر سوار ہو کر گڑھی کے دروازہ تک آتے۔ گالیاں دیتے اور باہر نکلکر لڑنے کے لیے للکارتے اور واپس

چلے جاتے ۔ ایک روز جلال خاں نے خواص خاں سے کہا کہ مجھ سے ان مغلوں کی گالیاں نہیں سنی جاتیں ہیں تو باہر نکلکر ان سے لڑونگا۔ خواص خاں نے شیر خاں کا حکم یاد دلا دیا۔ جلال خاں نے اصرار کیا اور کہا کہ مجھکو باہر نکلکر لڑنے کی اجازت نہیں دیتے تو میں اپنے اوپر کھانا پینا حرام کیے لیتا ہوں ۔ خواص خاں نے مجبور ہوکر کہا کہ بہت اچھا میں بھی تمھارے ساتھ چلتا ہوں یا تو کامیاب ہوکر مستحق تحسین و آفرین ہونگے یا مارے جائیں گے ۔ اگر ہم میں سے کوئی شکست کھاکر اور زندہ بچکر واپس آیا تو اُسے شیر خاں زندہ نہ چھوڑیگا ۔ مغل حسب معمول گالیاں دیکر واپس ہو چکے تھے کہ یہ دونوں گڑھی کا دروازہ کھولکر اور تین چار ہزار فوج ہمراہ لیکر باہر نکلے اور مغلوں کے لشکر گاہ پر حملہ آور ہوئے مغل ان کے حملہ کی تاب نہ لاسکے مغلوں کی اس فوج کا سپہ سالار جہانگیر بیگ زخمی ہوکر فرار ہوا اور ہمایوں کے لشکر گاہ میں جاکر دم لیا۔ بہت سے مغل مارے گئے ۔ جو بچے اُنھوں نے بھی اپنے سردار جہانگیر بیگ کی تقلید میں ہمایوں کے لشکر گاہ کو جو سات کوس پیچھے تھا اپنا نصب العین اور جائے بازگشت بنایا ۔ خواص خاں اور جلال خاں باطمینان مغلوں کے اس لشکر گاہ کو غارت کرکے اور تمام ہاتھی گھوڑے جو وہاں موجود تھے ہمراہ لیکر گڑھی میں واپس آگئے ۔ اس مال غنیمت میں بہت سے

ہاتھیوں کے علاوہ دس بارہ ہزار گھوڑے ہاتھ آئے۔ خواص خاں نے اس کامیابی کا مفصل حال لکھکر شیر خاں کے پاس بھیجا۔ شیر خاں نے بنگالہ کے دارالسلطنت گور میں پہنچکر اور وہاں کا تمام خزانہ باہر نکالکر انبار لگایا تو اس خزانہ کا گور سے قلعہ رہتاس تک پہنچانا دشوار معلوم ہوا کیونکہ باربرداری کے جانور جو اس خزانہ کو اٹھا کر لیجاتے ناکافی تھے۔ شیر خاں اسی شش و پنج میں تھا کہ خواص خاں کے خط سے مغلوں کے گھوڑوں اور ہاتھیوں کے قبضہ میں آنے کا حال سن کر وہ بہت خوش ہوا۔ فوراً خواص خاں کو لکھا کہ تمام گھوڑے اور ہاتھی یہاں بھیجدیے جائیں تاکہ خزانہ جلد منتقل ہوسکے۔ اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ شیر خاں اپنے کام سے فارغ ہوکر اور دارالسلطنت گور کے شاہی محلات کو خوب آراستہ چھوڑ کر گور سے معہ فوج رہتاس کی جانب روانہ ہوا اور خواص خاں کے پاس حکم بھیجا کہ تم بھی گڑھی کو خالی چھوڑ کر رہتاس میں مجھ سے آملو۔ چنانچہ خواص خاں اور جلال خاں معہ فوج گڑھی سے رخصت ہو کر شیر خاں کے پاس پہنچ گئے۔ ہمایوں یکایک اس راستے کے پتھر کو غائب دیکھکر خوشی خوشی آگے بڑھا اور سیدھا گور پہنچ گیا۔ وہاں جاکر گور کا نام جنت آباد رکھا اور مسلسل چار مہینے عیش و عشرت اور شراب و کباب میں صرف کیے۔

بہار اور شمالی ہند کے اکثر اضلاع پر شیر شاہی قبضہ

شیر خاں نے رہتاس

پہنچکر خواص خاں کے بہنوئی حاجی خاں ترین اور قطب خاں نیب کو ایک فوج دیکر جونپور کی طرف ہیبت خاں نیازی کو اودھ اور بہرائچ کی طرف اور خواص خاں کو مونگیر کی طرف بھیجا اور خود بنارس کی جانب روانہ ہوا۔ سب سے پہلے خواص خاں نے مونگیر جاتے ہی خانخاناں لودی حاکم بہار کو جو ہمایوں کی جانب سے مونگیر میں فرمانروائی کر رہا تھا اس طرح گرفتار کیا کہ وہ کچھ بھی ہاتھ پاؤں نہ ہلا سکا۔ خانخاناں لودی کو گرفتار کرکے خواص خاں بنارس پہنچا۔ جہاں شیر خاں نے ہمایوں کے سرداروں کا محاصرہ کر رکھا تھا مگر ابھی تک بنارس فتح نہ ہوا تھا۔ خواص خاں کے پہنچتے ہی بنارس مفتوح اور وہاں کے مغل سوار مقتول ہوئے۔ حاکم جونپور بھی حاجی خاں کے مقابلے میں مقتول اور جونپور مفتوح ہوا۔ ہیبت خاں نیازی نے بھی اودھ سے سنبھل تک کا تمام علاقہ ہمایوں کے گماشتوں سے خالی کرالیا اور شیر خاں کا ملک کے اکثر حصہ پر قبضہ ہوگیا۔

خواص خاں جبرو[1] کے تعاقب میں

جبکہ شیر خاں خزانہ لیے ہوئے گور سے رہتاس کو آ رہا تھا تو جھارکھنڈ کے علاقہ کا مشہور

---

[1] مختلف تاریخوں میں اس شخص کے مختلف نام لکھے ہیں کسی میں جبرو کسی میں چہڑو۔ کسی میں مہارٹھ جبرو کسی میں چہڑو مہارٹھ وغیرہ۔ واللہ اعلم بالصواب

اور زبردست ڈاکو جبرو نامی راستے میں نمودار ہوکر شیر خاں کے لیے موجب تشویش اور باعث تکلیف ہوا تھا۔ یہی وہ ڈاکو تھا جس نے گذشتہ سال جبکہ شیر خاں قلعہ رہتاس کے نیچے بحالت پریشانی مقیم تھا اُس کے لشکر پر چھاپے مارے تھے۔ جبرو کا قیامگاہ ناقابل گذر جنگلوں کے اندر ایک ایسی گڑھی میں تھا کہ وہاں تک فوجوں کا پہنچنا بیحد دشوار تھا (ممکن ہے کہ یہ وہی مقام ہو جس کو آج کل رام گڑھ کہتے ہیں) اسی لیے جھارکھنڈ کے جنگل اور اُس کے ارد گرد کے علاقوں میں ہوکر کسی قافلہ کا صحیح سلامت گذرنا ممکن نہ تھا اور جبرو کی ڈاکہ زنی نے اُس کی ہیبت اور دھاک دلوں میں بٹھا رکھی تھی۔ شیر خاں ہمایوں کے مقابلہ میں خود اسی جنگل کو اپنے لیے جائے پناہ تجویز کرچکا تھا لہذا اس ڈاکو کا وجود اُس کے لیے بیحد خطرناک تھا۔ چنانچہ اُس نے بنارس کی فتح سے فارغ ہوتے ہی خواص خاں کو جبرو کے استیصال پر مامور کیا۔ خواص خاں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جبرو کے تعاقب میں مصروف ہوا۔ خواص خاں ماہ ذیقعد ۹۴۵ھ جبرو کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا اور کئی مہینے برابر جنگلوں اور پہاڑوں میں اُس کے پیچھے پیچھے سرگردان پھرتا رہا۔ کسی جگہ اُس کو دم لینے اور ٹھہرنے کا موقع نہ دیا جبرو نے جنگلوں اور پہاڑوں کی گذرگاہوں

اور کمین گاہوں کی کامل واقفیت کے سبب اپنے آپ کو خواص خاں کی گرفت سے بچانے میں کامیابی حاصل کی اور کسی جگہ بھی اُسکی جمعیت سے خواص خاں کا مقابلہ اور معرکہ نہ ہوا۔ خواص خاں کے رخصت ہونے کے بعد ہمایوں کے گور سے روانہ ہوکر بہار کی طرف آنے کی خبر پہنچی۔ شیر خاں کے تمام سردار جو بہار۔ جونپور۔ قنوج۔ بنارس اور سنبھل وغیرہ میں پھیلے ہوئے تھے سالانہ خراج و مالگذاری زمینداروں سے وصول کر چکے تھے۔ ہمایوں کی آمد کا حال سنتے ہی شیر خاں نے اپنے اہلکاروں اور سرداروں کے نام احکام بھیجدیے کہ بلا توقف اپنی اپنی جمعیت ہمراہ لیکر رہتاس کی جانب روانہ ہوجاؤ۔ چنانچہ تمام سردار رہتاس کے سامنے شیر خاں کے پاس آگئے۔ شیر خاں کا خیال تھا کہ ہمایوں بنگالہ سے واپس ہوکر رہتاس پر حملہ آور ہوگا اور اسی جگہ فیصلہ کن لڑائی ہوگی۔ خواص خاں جو جبرو کے تعاقب میں مصروف تھا ابھی تک واپس نہ آیا تھا اور شیر خاں اُس کے حال سے بے خبر تھا۔

شیر خاں ہمایوں کے تعاقب میں رہتاس کے نیچے کل فراہم شدہ فوج کی شیر خاں نے موجودات لی تو ستر ہزار نفوس شمار میں آئے۔ ہمایوں شیر خاں کے مقابلہ پر آمادگی اور پٹھانوں کی فوج کے اجتماع کا حال سُن کر رہتاس کی جانب متوجہ نہیں ہوا بلکہ رہتاس کو تین کوس

کے فاصلہ پر پہلو کی جانب چھوڑتا ہوا آگرہ کی سمت چلا۔ شیرخاں نے ہمایوں کی اس کمزوری کو دیکھکر مجلس مشورت منعقد کی اور تمام سرداروں کی متفقہ رائے کے مواقف بعد میں آنے والی مصیبت کا اسی وقت مقابلہ اور بہار و بنگال کی حکومت کے معاملے کو ابھی طے کرلینا مناسب سمجھکر ہمایوں کے متعاقب روانہ ہوا۔ ہمایوں یہ سُن کر کہ شیرخاں اُس کے تعاقب میں آرہا ہے جوسہ و بکسر کے درمیان موضع سہا کے مقام پر دریائے گنگ کے کنارے رُک گیا۔ شیرخاں بھی اپنی فوج لیے ہوئے دریائے گنگ کے اسی کنارے ہمایوں کے لشکرگاہ سے تھوڑے فاصلہ پر مقیم ہوا۔ دونوں لشکرگاہوں کے درمیان گنگا کا ایک چھوٹا سا نالہ یا نہر جس میں کیچڑ اور دلدل بھی حائل تھا۔ شیرخاں اور ہمایوں دونوں شروع ماہ محرم ۹۴۶ھ میں گنگا کے کنارے ایک دوسرے کے قریب خیمہ زن ہوئے تھے۔ ہمایوں اور شیرخاں کے درمیان سلام پیام اور خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہوا۔ شیرخاں اب تک بھی بنگالہ اور بہار کی حکومت کو اپنے لیے معراج کمال سمجھتا اور ہمایوں کی شہنشاہی کو بخوشی تسلیم کرلینے پر آمادہ تھا لیکن ہمایوں کے بیجا غرور و تکبر اور بے موقع ضد نے شیرخاں کے سامنے ایسی ذلت آفرین شرائط پیش کیں کہ شیرخاں کیا کوئی بھی

خوددار اور بہادر شخص اُن کو تسلیم نہیں کرسکتا تھا (اس کی تفصیل شیر خاں کے حالات میں بیان ہوگی)

خواص خاں کا انتظار شیر خاں نے لڑائی اور جنگ آزمائی کا مصمم ارادہ کرلیا مگر چونکہ خواص خاں ابھی تک جبرو کے تعاقب سے واپس نہ آیا تھا لہذا اُس نے اتنی بڑی فیصلہ کن جنگ کے شروع کرنے سے پہلے خواص خاں کے آکر شامل ہوجانے کو ضروری سمجھکر بہت سے تیز رفتار قاصد جھاڑکھنڈ کے مختلف حصوں کی طرف دوڑادیے تھے کہ خواص خاں کو معہ جمعیت اس طرف بلالائیں۔ خواص خاں جھاڑکھنڈ کے جنگلوں سے نکل کر بکسر کی جانب روانہ ہوا۔ ۹ ماہ صفر ۹۴۶ھ مطابق ۲۶ جون ۱۵۳۹ء کو خواص خاں کے قریب پہنچ جانے کی خبر سنتے ہی شیر خاں نے فوج کو تیاری کا حکم دیا اور دو کوس آگے بڑھکر اُس کا استقبال کیا۔ خواص خاں نے کہا کہ اب لشکر گاہ کی طرف جانے اور تامل کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہیں سے ہمایوں کے لشکر پر حملہ آور ہونا چاہیے۔ حملہ ہوا۔ ہمایوں شکست کھاکر بھاگا۔ اور شیر خاں اس فتح کے بعد شیر شاہ بن گیا۔

خواص خاں پھر جبرو کے تعاقب میں اگرچہ اب شیر شاہ کے لیے جھاڑکھنڈ کے جنگل کو بطور مامن استعمال کرنے اور جبرو کے فوری استیصال کی ضرورت باقی نہ رہی تھی لیکن اس ڈاکو کا ابھی تک

گرفتار و مقتول نہ ہونا اور خواص خاں جیسے بہادر سپہ سالار کی کوششوں کا بلا نتیجہ رہنا برداشت نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ اس عظیم الشان فتح کے بعد بنگال۔ بہار اور جونپور وغیرہ کی طرف دوسرے سردار بھیجے گئے۔ لیکن خواص خاں اپنے ہمراہیوں کو لیکر پھر جبرو کی تلاش میں نکلا۔ جبرو ایک طرف چنار دوسری طرف کٹاسا دلوری اور تیسری طرف سرحد تلنگانہ تک بھاگا بھاگا پھرتا تھا اور ہاتھ نہ آتا تھا۔ خواص خاں نے بھی نہ خود دم لیا نہ اُس کو دم لینے دیا۔ بماہ رمضان ۹۴۶ھ ہمایوں آگرہ سے ایک لاکھ جرار فوج لیکر قنوج کے قریب پہنچ گیا۔ شیر شاہ بھی پچاس ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدافعت پر مستعد ہوا۔ مخزن افغانی کی روایت کے موافق دونوں فوجیں دریا گنگا کے دونوں کناروں پر چار مہینے تک ایک دوسرے کے سامنے خیمہ زن رہیں۔

خواص خاں کا پھر انتظار شیر شاہ نے ہمایوں کے قنوج آنے پر خواص خاں کے پاس پیغام بھیجا کہ فوراً اپنے آپ کو قنوج پہنچاؤ۔ خواص خاں کے پاس سے جواب آیا کہ میں جبرو کا خاتمہ کیے بغیر واپس نہیں آ سکتا۔ یہ خبر شیر شاہی لشکر سے ہمایوں کے لشکر میں بھی پہنچ گئی کہ جب تک خواص خاں واپس نہ آئیگا شیر شاہ ہرگز حملہ آور نہ ہوگا۔

ہمایوں کی فوج شیر شاہ کی فوج سے دگنی تھی اور اس کے لیے مناسب یہ تھا کہ وہ خود بلا توقف شیر شاہ پر حملہ آور ہوتا لیکن ہمایوں کو دریائے گنگ کے عبور کرنے کی جرات نہ ہوئی کیونکہ دوسرے کنارے پر شیر شاہی لشکر موجود اور مانع عبور تھا۔ شیر شاہ کو جب جبروت کے مارے جانے اور خواص خاں کے کامیاب ہو کر جلد واپس پہنچنے کا حال معلوم ہو گیا تو اس نے ہمایوں کے پاس پیغام بھیجا کہ اس طرح وقت ضایع کرنے سے کیا فائدہ۔ یا تو آپ دریا کا کنارا چھوڑ کر پیچھے ہٹ جائیں تاکہ میں اپنی فوج کو اس طرف لے آؤں یا اگر آپ اس طرف آنا چاہیں تو میں دریا کا کنارا چھوڑ کر پیچھے ہٹا جاتا ہوں کہ آپ دریا کو باطمینان عبور کر سکیں۔ ہمایوں نے خود پیچھے ہٹنا اپنی شان شاہانہ کے خلاف سمجھ کر شیر شاہ کو لکھا کہ تم ہی پیچھے ہٹ جاؤ تاکہ ہم اس طرف آ جائیں۔ شیر شاہ اپنا لشکر بارہ ۱۲ کوس پیچھے لیجا کر مقیم ہوا اور ۱۰ محرم لڑائی کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ ہمایوں اطمینان کے ساتھ دریا کو عبور کر کے بتاریخ ۹ محرم دوسری طرف خیمہ زن ہو گیا۔ اگلے ہی روز خواص خاں پہنچنے والا تھا۔

خواص خاں کی آمد خواص خاں جب شیر شاہی لشکر سے پندرہ کوس کے فاصلہ پر پہنچا تو اس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ ہندوستان کے دو عظیم الشان پادشاہوں کے درمیان کئی مہینے سے میرے انتظار

لڑائی رُکی ہوئی ہے اور دور دور تک یہ خبر مشہور ہو چکی ہے۔ مجھکو شرم معلوم ہوتی ہے کہ شیر شاہی لشکر میں خاموشی سے داخل ہو جاؤں اور ہمایوں کو اپنی آمد کا حال نہ بتاؤں۔ ہمراہیوں نے جو جبر و کے تعاقب میں کئی مہینے مسلسل کوہ و صحرا کی خاک چھاننے اور لمبی لمبی منزلیں طے کرنے کے عادی ہو چکے تھے سر تسلیم خم کیا۔ خواص خاں نے وہیں سے کترا کر اور شیر شاہی لشکر کو پہلو کی جانب چھوڑ کر ہمایوں کے لشکر پر آٹھویں اور نویں محرم کی درمیانی شب میں شبخون مارا۔ تین سو گھوڑے اور کئی سو مغل گرفتار کرکے ۹ ماہ محرم ۹۴۷ھ کو شیر شاہی لشکر میں داخل ہوا۔ اور گرفتار شدہ مغلوں کو بطور ارمغان شیر شاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اگلے روز ۱۰ محرم کو دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی۔ شیر شاہ نے خواص خاں کو مقدمۃ الجیش مقرر کیا۔ خواص خاں نے اس لڑائی میں وہ حیرت انگیز بہادری دکھائی کہ ہمایوں نے شکست فاش کھائی۔ اس لڑائی کے حالات لکھتے ہوئے مورخین نے خواص خاں اور ہیبت خاں نیازی دو شخصوں کی شمشیر زنی و صف شکنی کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔

مسند عالی کا خطاب ہمایوں قنوج سے شکست کھا کر آگرہ آیا۔ آگرہ سے دہلی اور دہلی سے لاہور پہنچا۔ شیر شاہ جب اُس کے

تعاقب میں دہلی سے لاہور کو روانہ ہوا تو اس نے راستے میں صوبہ سرہند خواص خاں کو بطور جاگیر عطا کیا اور مسند عالی (امیرالامرا) کا خطاب دیا۔ مسند عالی خواص خاں نے صوبہ سرہند کی حکومت پر اپنی طرف سے اپنے غلام بھوپت[۱] کو مامور کیا اور خود شیر شاہ کے ہمراہ لاہور کی جانب روانہ ہوا۔ ہمایوں شیر شاہ کے قریب پہنچنے کی خبر سن کر لاہور سے بھی فرار ہوا۔ شیر شاہ دریائے چناب تک ہمایوں کے تعاقب میں گیا اور خود خوشاب میں مقیم ہو کر مسند عالی خواص خاں اس کے بہنوئی حاجی خاں نرین۔ ہیبت خاں نیازی۔ قطب خاں نیب۔ سرمست خاں۔ جلال خاں جلوانی۔ عیسیٰ خاں نیازی اور بہت سے مزید گوروں کو ہمایوں کے تعاقب پر مامور کر کے حکم دیا کہ ہمایوں کو گرفتار یا قتل کرنا ہرگز منظور نہیں۔ تم کو چاہیے کہ ہمایوں کی فوج سے ایک منزل پیچھے رہو اور اس کو ہندوستان کی سرحد سے پرے نکال کر واپس آجاؤ۔ ان سرداروں نے اس حکم کے موافق ہمایوں کا تعاقب جاری رکھا اور ہمیشہ ہمایوں کی فوج سے ایک منزل پیچھے رہے۔ ایک روز خبر پہنچی کہ ہمایوں کی فوج کے دو حصے ہو گئے ہیں اور دونوں نے الگ الگ سمتوں کو کوچ کیا ہے۔ مسند عالی خواص خاں کو یہ اندیشہ ہوا کہ شیر شاہ بہت تھوڑی فوج کے

---

[۱] بعض تاریخوں میں بجائے بھوپت کے بھگونت لکھا ہے۔

ساتھ خوشاب میں مقیم ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ مغلوں کی ایک فوج دھوکہ دیکر شیر شاہ پر جا پڑے لہذا مسند عالی کی تجویز سے اس فوج کے بھی دو حصے ہو گئے اور دونوں نے مغلوں کی دونوں فوجوں کا الگ الگ تعاقب شروع کیا۔ حقیقت یہ تھی کہ مرزا کامران ہمایوں سے جُدا ہو کر اور اپنی فوج کو لیکر کابل کی طرف اور ہمایوں ٹھٹھہ کی جانب روانہ ہوا تھا۔ مسند عالی خواص خاں اور عیسیٰ خاں نیازی نے مرزا کامران کا اور باقی سرداروں نے ہمایوں کا تعاقب کیا۔ اتفاقاً ایک روز خواص خاں مرزا کامران کے بالکل قریب پہنچ گیا اور نوبت زدوخورد تک پہنچی۔ مرزا کامران تاب مقاومت نہ لا کر اور اپنا علم و نقارہ بھی خواص خاں کے ہاتھ چھنوا کر فرار ہو گیا۔ مرزا کامران کے اس طرح فرار ہو جانے کے بعد خواص خاں نے اُس کا تعاقب ترک کر دیا اور وہ کابل پہنچ گیا۔ دوسری فوج نے اسی طرح ہمایوں کو سندھ کے ریگستانوں میں داخل کر دیا۔ اس کے بعد تمام سردار خوشاب میں جہاں شیر شاہ مقیم تھا شاہی لشکر سے آملے۔

خواص خاں حاکم پنجاب شیر شاہ نے گکھڑوں کے علاقے میں قلعہ رہتاس کی بنیاد رکھی اور رائے سارنگ گکھڑ کی گرفتاری کے لیے فوج متعین کی۔ رائے سارنگ گرفتار ہو کر مقتول ہوا۔ اُس کی ایک لڑکی خواص خاں کو

دی گئی۔ اس کے بعد شیر شاہ ٹھٹھہ کی طرف گیا وہاں بنگالہ سے خبر پہنچی کہ بنگالہ کے صوبہ دار خضر خاں سے بعض ناشایستہ حرکات سرزد ہوئیں۔ شیر شاہ نے مسند عالی خواص خاں، ہیبت خاں نیازی، عیسیٰ خاں نیازی، حبیب خاں کاکڑ اور رائے حسین جلوانی کو قلعہ رہتاس میں چھوڑ کر اور خواص خاں کو سب کا افسر اور حاکم پنجاب مقرر کر کے خود بنگالہ کی طرف کوچ کیا۔ مسند عالی خواص خاں نے ہیبت خاں نیازی کو قلعہ رہتاس میں چھوڑ کر خود پنجاب کا شمالی حصہ کشمیر کے پہاڑوں تک فتح کر کے جا بجا عامل مقرر کیے اور پنجاب کو ہر قسم کے فتنوں اور خطروں سے پاک کر کے بہترین انتظام کیا۔ عیسیٰ خاں نیازی اور خواص خاں کے درمیان بڑی محبت و یک جہتی تھی لیکن ہیبت خاں نیازی جو اپنے آپ کو خواص خاں کا ہم پلہ سمجھتا اور فرمانبرداری میں کوتاہی کرتا تھا اکثر انتظامی معاملات بالخصوص خواص خاں کی داد و دہش اور سخاوت میں حائل اور دخل در معقولات بنتا رہتا تھا۔ خواص خاں مصالح سلطنت اور مقاصد شیر شاہی کو مد نظر رکھ کر ہمیشہ درگذر اور محبت و نرمی کا برتاؤ کرتا رہتا تھا۔ مگر یہ حالت دیر تک قائم نہیں رہ سکتی تھی بالآخر ۹۵۰ھ میں جبکہ شیر شاہ نے قلعہ رائسین کا محاصرہ کیا تو اُس کے پاس پنجاب سے مسند عالی خواص خاں کا پیغام پہنچا کہ میرے اور ہیبت خاں

کے درمیان بعض باتوں میں اختلاف ہے۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم دونوں میں سے ایک کو آپ اپنے پاس بلالیں تاکہ ہماری مخالفت کا بار سلطنت کی خرابی کا موجب نہ ہو۔ شیر شاہ جو مسند عالی خواص خاں کی فتح نصیبی کا قائل اور معتقد تھا پہلے ہی سے فتح رائسین کے لیے اسکی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ اُس نے فوراً خواص خاں، عیسیٰ خاں نیازی اور حبیب خاں کاکڑ کو اپنے پاس بلوایا اور ہیبت خاں نیازی کو اعظم ہمایوں کا خطاب دیکر پنجاب کا حاکم و ناظم مقرر کیا۔ خواص خاں کے رائسین پہنچنے کے بعد ہی پورنمل کا قصّہ بھی پاک ہوا اور رائسین شاہی تصرف میں آیا۔

خواص خاں حاکم مارواڑ و ناظم راجپوتانہ اس کے بعد شیر شاہ نے معہ خواص خاں آگرہ میں آکر برسات کا موسم گذارا یہاں مالدیو حاکم مارواڑ کے متعلق شکایات پہنچیں کہ اُس نے ناگور پر قبضہ کرکے وہاں کے مسلمانوں کو سخت اذیتیں پہنچا رکھی ہیں اور اردگرد کے تمام علاقوں پر متصرف ہو کر اور لشکر عظیم فراہم کرکے فاسد ارادے رکھتا ہے۔ یہ سُن کر شیر شاہ معہ خواص خاں اُس کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا۔ یہ لڑائی بھی ہندوستان کی مشہور اور قابل تذکرہ لڑائیوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس لڑائی میں خواص خاں ہی کی رستمانہ شمشیر زنی نے راجپوتوں

کے سپہ سالار گوپا اور چندبل کا خاتمہ کر کے شیرشاہی لشکر کو فتحمند بنایا اور
مالدیو آوارہ کوئے گمنامی ہوا۔ شیرشاہ نے مسند عالی خواص خاں کو مارواڑ
کے انتظام و حفاظت و حکومت پر مامور کیا اور خود آگرہ کی جانب آیا۔
مسند عالی خواص خاں نے جودھپور کے قریب ایک شہر خواص پور اپنے
نام پر آباد کیا اور اسی خواص پور کو مارواڑ کا دارالحکومت قرار دیکر
قریباً تمام راجپوتانہ پر اپنی سیادت و حکومت قایم کی اور اس خوبی
سے ملک کا انتظام کیا کہ دوست و دشمن سب نے اُس کی انتظامی
قابلیت اور لیاقت ملک داری کا لوہا مان لیا اور شیرشاہ جیسے
ملک گیر و ملک دار کے تربیت کردہ و صحبت یافتہ سے ایسی ہی توقع
بھی ہوسکتی تھی۔ مسند عالی خواص خاں کے عہد حکومت میں مارواڑ اور
راجپوتانہ ہر قسم کے فتنہ و فساد سے پاک اور امن و امان کا گہوارہ تھا۔
مہم مارواڑ کے بعد اگلے سال شیرشاہ نے آگرہ سے چتوڑ کی طرف کوچ کیا۔
ابھی شیرشاہ راستہ ہی میں چتوڑ سے بارہ کوس کے فاصلہ پر تھا کہ چتوڑ
کے رانا اودے سنگھ نے قلعہ کی کنجیاں شیرشاہ کے پاس بھجوادیں اور خود
چتوڑ سے بھاگ کر مالدیو کی طرح پہاڑوں اور جنگلوں میں روپوش ہوگیا۔
شیرشاہ نے چتوڑ پہنچکر قلعہ کا ملاحظہ کیا اور خواص خاں کو چتوڑ کی حراست
و حکومت سپرد کی خواص خاں نے اپنے بھائی شمس خاں اور بروایت

دیگر سب سے چھوٹے بھائی احمد خاں کو چتوڑ کا قلعہ دار مقرر کیا۔ قلعہ رنتھنبور
شہزادہ عادل خاں ابن شیر شاہ نے اپنے قیام کے لیے پسند کیا اور وہ رنتھنبور
کا حاکم مقرر ہوا لیکن تمام راجپوتانہ و مارواڑ و سندھ کی نگرانی اور نظامت
خواص خاں ہی سے متعلق تھی۔ خواص خاں کا مارواڑ میں قیام کرنا اس
لیے بیحد ضروری تھا کہ ہمایوں اور ایرانیوں کا کوئی اندیشہ نہ رہے۔ اس
زمانہ میں یہ علاقہ سرحدی صوبہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ ولایت سرہند
اور اس کے متعلقات پہلے ہی سے خواص خاں کی جاگیر میں تھے اور
خواص خاں کی طرف سے اس کا غلام ملک بھوپت (یا ملک بھگونت)
اس علاقہ کا حاکم و ناظم مقرر تھا۔ اسی زمانہ میں عالم خاں میانہ حاکم بھیرہ
نے علم بغاوت بلند کیا تو ملک بھوپت نے بلا توقف حملہ کرکے اس
کو گرفتار کر لیا اور شیر شاہ کو اس طرف جانے کی ضرورت پیش نہ آئی۔
اسی زمانہ میں شیخ علائی جو شیخ عبداللہ نیازی کے مرید اور طریقہ مہدویہ
کے سرگرم مبلغ تھے خواص خاں کے پاس بمقام خواص پور (مارواڑ) پہنچے
اور خواص خاں نے مرید ہو کر شیخ ممدوح کو عزت و اکرام کے ساتھ اپنے
پاس ٹھہرایا لیکن چند روز کے بعد شیخ علائی اس بات پر ناخوش ہو کر
کہ خواص خاں نے ان کو اپنے لشکر کے سپاہیوں پر احتساب جاری
کرنے کا موقع نہیں دیا اور گانا سننے پر کسی کو سزا نہیں دی۔ خواص پور

سے بیانہ کی طرف چلے آئے۔ خواص خاں کی جاگیر میں جس قدر علاقہ تھا
وہ شیر شاہ کی کل مملکت کا دسواں حصّہ تھا۔ شیر شاہی سلطنت میں
خواص خاں سے بڑا یا اُس کی برابر کوئی دوسرا جاگیر دار و امیر نہ تھا۔
خواص خاں کے بعد حاجی خاں ترین جاگیر دار میوات۔ اعظم ہمایوں
ہیبت خاں نیازی حاکم پنجاب۔ اور شجاعت خاں حاکم مالوہ بڑے
امیر سمجھے جاتے تھے۔ ربیع الاول ۹۵۲ھ میں قلعہ کالنجر کے سامنے فتح کالنجر
کے وقت جب شیر شاہ کا انتقال ہوا تو مسند عالی خواص خاں خواص پور
(مارواڑ) میں اور شہزادہ عادل خاں رنتھنبور میں تھا۔ شیر شاہ اپنے
دونوں بیٹوں کو ہندوستان کی شہنشاہی کے قابل نہیں سمجھتا تھا
اور اُس کا ارادہ تھا کہ اپنے پوتے محمود خاں ابن عادل خاں کو (جو
بہت ذی ہوش اور قابل تخت و تاج نوجوان تھا) اپنا ولیعہد
اور وارث تخت و تاج بنائے۔ لیکن شیر شاہی لشکر کے امیروں نے
جلال خاں (سلیم شاہ) ابن شیر شاہ کو بلا کر بادشاہ بنا لیا۔

سلیم شاہ کی تخت نشینی اور خواص خاں

یہ خبر مسند عالی خواص خاں
کے پاس پہنچی تو اُس نے کہا کہ شاہی خاندان کی بہتری اور رعایا
کی سود و بہبود اسی میں ہے کہ شاہی خاندان کا جو شخص بادشاہ
بن چکا ہے اُسی کو سب بادشاہ تسلیم کر لیں اور خانہ جنگی برپا نہ ہونے

دی جائے۔ سلیم شاہ کی پادشاہی کا اگرچہ اعلان ہو چکا تھا لیکن وہ خواص خاں کی جانب سے بہت متفکر تھا۔ بار بار یہی کہتا تھا کہ جب تک خواص خاں مجھکو پادشاہ تسلیم نہ کرلے اُس وقت تک سلطنت اور تاج و تخت کا کوئی اعتبار نہیں۔ خواص خاں شیر شاہ کی وفات کا حال سُن کر خواص پور سے روانہ ہوا۔ شہزادہ عادل خاں بھی رنتھنبور میں خواص خاں سے پہلے اس خبر کو سُن چکا تھا۔ جب خواص خاں رنتھنبور کے قریب پہنچا تو عادل خاں نے بجائے اس کے کہ خواص خاں کا خود استقبال کرتا اُس کے پاس اپنے وکیل کو بھیجا اور تخت و تاج کے لیے اپنا حق جتا کر موافقت اور حمایت کی استدعا کی۔ خواص خاں نے اس بات کو بہت غنیمت سمجھا کہ عادل خاں خود نہ آیا ورنہ ممکن تھا کہ کہ ازراہ مروّت اُس کی حمایت کا وعدہ کرنا پڑتا۔ عادل خاں کے وکیل کو ایک نصیحت نامہ کے ساتھ رخصت کیا اور خود کوچ کرکے آگے روانہ ہو گیا۔ اس نصیحت نامہ میں عادل خاں کو خانہ جنگی کی مضرتوں سے آگاہ کرکے اس بات کی ترغیب دی گئی تھی کہ جلال خاں (سلیم شاہ) کی پادشاہت کو بخوشی تسلیم کر لیا جائے۔ سلیم شاہ جو پہلے ہی سے خواص خاں کے حال کا جویا تھا یہ سُن کر کہ خواص خاں اُس کی سلطنت کو تسلیم کرکے مراسم تہنیت ادا کرنے کے لیے روانہ ہو چکا ہے

بہت ہی خوش ہوا اور اُس کو کالنجر سے آگرہ کی جانب روانہ ہونے کی جرأت ہوئی۔ کالنجر سے سلیم شاہ اور مارواڑ سے خواص خاں روانہ ہو کر دونوں ایک ہی وقت آگرہ کے قریب پہنچے۔ سلیم شاہ نے آگرہ میں داخل ہونے سے پہلے خواص خاں کا استقبال کیا اور بوقت ملاقات معانقہ کر کے خواص خاں کے سر و پیشانی اور داڑھی کو بوسہ دیا خواص خاں نے سلطنت کی مبارکباد دیکر فرمانبرداری اور جانفشانی کا اقرار کیا سلیم شاہ نے جوشِ مسرّت میں سر دربار بلند آواز سے اعلان کیا کہ میں آج سے اپنے آپ کو بادشاہ سمجھتا ہوں کہ مسند عالی نے مجھکو بادشاہ تسلیم کر لیا ہے۔ اس کے بعد ایک ہی مجلس میں تین خلعت خاص خواص خاں کو عطا کیے۔ پھر آگرہ میں داخل ہوا۔

شہزادہ عادل خاں اور سلیم شاہ

شہزادہ عادل خاں ابھی تک قلعہ رنتھنبور میں مقیم اور تخت سلطنت سے مایوس ہو کر اپنی زندگی معرضِ خطر میں پاتا تھا سلیم شاہ کو بھی عادل خاں کی طرف سے اندیشہ تھا کہ کہیں تخت و تاج کے لیے ہاتھ پاؤں نہ ہلائے۔ چنانچہ اُس نے خط لکھکر بھائی کو بُلایا اور اشتیاقِ ملاقات کا اظہار کیا۔ عادل خاں نے جواباً لکھا کہ اگر مسند عالی خواص خاں۔ قطب خاں نیب جلال خاں جلوانی اور عیسیٰ خاں نیازی چاروں امیر میرے پاس آکر

مجھے اطمینان دلائیں اور میری حفاظت کا ذمہ لیں تو میں تخت سلطنت کی مبارکباد پیش کرنے کے لیے حاضر دربار ہوسکتا ہوں سلیم شاہ نے ان چاروں کو بھیجا اور اس بات کا اختیار دیا کہ جو عہد و قسم مناسب سمجھو عادل خاں کو اس سے مطمئن کر کے لے آؤ۔ تمھارے عہد و اقرار کو حرف بحرف پورا کیا جائیگا۔ یہ چاروں امیر رنتھنبور پہنچے اور عادل خاں کو اس اقرار کے ساتھ ہمراہ لائے کہ بجائے رنتھنبور کے بیانہ معہ مضافات آپکی جاگیر مقرر ہوگا اور پہلی ہی ملاقات کے بعد آپ کو بیانہ کی جانب رخصت کر دیا جائے گا جب عادل خاں ان چاروں امیروں کے ساتھ مقام فانوڈہ میں پہنچا تو سلیم شاہ استقبال کے لیے آگرہ سے نکلا۔ عادل خاں نے مراسم تہنیت ادا کیے سلیم شاہ کی نیت خراب تھی اور وہ عادل خاں کو رخصت کرنے میں متامل تھا لیکن مسند عالی خواص خاں نے سلیم شاہ سے کہا کہ ہم عادل خاں کو اس وعدہ کے ساتھ لائے ہیں کہ پہلی ہی ملاقات کے بعد بیانہ کی جانب رخصت کر دیے جاؤ گے یہ وعدہ پورا ہونا چاہیے سلیم شاہ کو مجبوراً اجازت دینی پڑی لیکن محمود خاں ابن عادل خاں کو بطور یرغمال اپنے پاس رکھا مسند عالی خواص خاں اور عیسیٰ خاں نیازی کے لیے تجویز ہوا کہ دہ چند روز بیانہ میں قیام کریں اور عادل خاں کی نقل و حرکت اور عزم و ارادہ کے نگراں

رہیں۔ یہ دونوں سردار عادل خاں کے لیے وہی حیثیت رکھتے تھے جو آجکل ہندوستانی ریاستوں میں پولیٹیکل ایجنٹ یا رزیڈنٹ کی حیثیت ہوتی ہے۔ ان دونوں کو بھی عادل خاں کے ساتھ ہی رخصت کر دیا گیا۔ اب ہندوستان میں سلیم شاہ کی سلطنت وحکومت کے لیے کوئی خطرہ باقی نہ رہا تھا اور ملک میں کسی قسم کا فتنہ وفساد موجود نہ تھا۔ مگر سلیم شاہ اس واہمہ میں مبتلا ہوا کہ جبتک بڑا بھائی عادل خاں زندہ رہیگا میری سلطنت معرض خطر میں رہے گی۔ اُس نے دو ہی مہینے کے بعد بیانہ عادل خاں کے پاس غازی خاں محلی کو سونے کی زنجیر دیکر اس پیام کے ساتھ بیانہ کی جانب روانہ کیا کہ اطاعت وفرمانبرداری کے ثبوت میں اپنے آپ کو پابزنجیر میرے پاس پہنچاؤ اور چند روز آگرہ میں مقیم رہو۔ اس کے بعد میں خود دوبارہ بیانہ کی سند حکومت دیکر رخصت کرونگا۔ غازی خاں محلی نے یہ پیغام پہنچاکر زنجیر جو ہمراہ لے گیا تھا عادل خاں کے سامنے رکھدی۔ عادل خاں سخت حیران و پریشان ہوا اور غازی خاں سے کہا کہ تھوڑی دیر صبر کیجیے یہ کہکر غازی خاں کو وہیں چھوڑا اور خود قلعہ بیانہ کے چور دروازہ سے نکلکر ہانپتا کانپتا ہوا مسند عالی خواص خاں کے پاس میوات پہنچا اور کہا کہ چچا میاں! آپ کے حکم و نصیحت کے

موافق اور آپ کے عہد و قسم پر اعتماد کر کے میں سلطنت کے دعوے سے دست بردار ہوا اور بیانہ میں معمولی جاگیرداروں کی طرح زندگی بسر کرنا گوارا کی۔ اب جلال خاں (سلیم شاہ) کو یہ بھی گوارا نہیں اور مجھکو صفحہ ہستی سے معدوم کرنے پر آمادہ ہے یہ کہکر رونے لگا۔ اس کے رونے سے خواص خاں کا بھی دل بھر آیا۔

خواص خاں اور سلیم شاہ کی مخالفت

مقابلہ کی تیاریاں خواص خاں نے تمام کیفیت سنکر عیسیٰ خاں نیازی کو بلایا اور کہا کہ شیر شاہ کا بڑا بیٹا آج ہم کو چچا کہکر پکارتا اور جان کی اماں طلب کرتا ہے ہم اس کی جان اور عزت کی حفاظت کے عہد و قسم کے ساتھ ضامن بنے تھے۔ سلیم شاہ اپنے قول و قسم سے پھر گیا۔ اس حالت میں شرافت و انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنا عہد و اقرار پورا کریں اور عادل خاں کی حمایت پر کمربستہ ہوں عیسیٰ خاں نے کہا کہ میں آپ کی رائے سے متفق اور ہر طرح آپ کا شریک ہوں چنانچہ خواص خاں۔ عیسیٰ خاں اور عادل خاں معہ فوج میوات سے بیانہ پہنچے۔ خواص خاں نے غازی خاں کو اپنے روبرو بلاکر پوچھا کہ تم کس لیے یہاں آئے ہو۔ غازی خاں نے سونے کی زنجیر نکالکر

خواص خاں کے سامنے ڈالدی اور کہا کہ شاہی حکم سے عادل خاں کی گرفتاری پر مامور ہو کر آیا ہوں۔ خواص خاں نے وہی زنجیر غازی خاں کے پاؤں میں ڈالکر اُس کو قید خانہ میں بھیج دیا اور عادل خاں سے کہا کہ تلوار کمر سے باندھو اور تخت یا تختہ کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔ عادل خاں نے کہا کہ میں نے تو قلعہ رنتھنبور سے رخصت ہوتے وقت تلوار کمر سے کھولدی تھی پھر آج تک کمر سے نہیں باندھی۔ اب آپ میری حمایت پر آمادہ ہیں تو میں تلوار کمر سے باندھنا اور تخت یا تختہ کے لیے آمادہ ہوتا ہوں۔ مسند عالی خواص خاں اور عیسیٰ خاں نیازی نے اپنے اہل و عیال میوات سے بیانہ میں بلوا لیے اور لڑائی کی تیاریوں میں مصروف ہوئے خواص خاں نے جلال خاں جلوانی اور قطب خاں نیب کے نام جو آگرہ میں سلیم شاہ کے پاس موجود تھے پیغام بھیجا کہ تم نے عادل خاں کی حفاظت جان و مال کے لیے قسمیں کھائی تھیں اور سلیم شاہ نے خود تم کو ایسی قسمیں کھانے اور عادل خاں کو اپنے قول و عہد سے مطمئن کرنے کی اجازت دی تھی اب جبکہ سلیم شاہ اپنے عہد و اقرار سے منحرف ہو کر عادل خاں مظلوم کے ساتھ زیادتی کرتا ہے تو تمہارا فرض ہے کہ اپنے قول کو قول مرداں ثابت کرو۔ جلال خاں اور قطب خاں نے جواب بھیجا کہ ہم آپ کے شریک سلیم شاہ سے بیزار اور اپنے قول و اقرار کو پورا کرنے کے لیے ہر طرح تیار ہیں آپ فوج کشی کیجیے اور مقابلہ

کی ستائیسویں شب کو آدھی رات کے وقت آگرہ کے قریب پہنچ جائیے تاکہ ہم اپنے ہمراہیوں کو لیکر رات کی تاریکی میں آپ سے آملیں سلیم شاہ یہ سُن کر کہ خواص خاں عیسیٰ خاں اور عادل خاں بیانہ سے فوج لیکر حملہ آور ہونے والے ہیں بہت پریشان ہوا سلیم شاہ کو یقین تھا کہ خواص خاں عہد و اقرار کے مقابلے میں میری مخالفت پر آمادہ نہ ہوگا اور عادل خاں کی گرفتاری میں ہرگز آڑے نہ آئے گا۔ اب خواص خاں کو برسرِ پرخاش دیکھکر اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور خوف زدہ ہوکر رہتاس مشرقی کی جانب بھاگ جانے کا ارادہ کیا لیکن اُس کے وزیر عیسیٰ خاں حجاب نے روکا اور کہا کہ دارالسلطنت کا چھوڑنا کسی طرح مناسب نہیں سلیم شاہ نے کہا کہ مجھکو جلال خاں جلوانی اور قطب خاں نیب کا بھی اعتبار نہیں عیسیٰ خاں حجاب نے کہا کہ ہماری وفادار فوج باغیوں کے لشکر سے بہت زیادہ ہے۔ آگرہ چھوڑ کر رہتاس کی جانب روانہ ہونا خود باغی بنکر باغیوں کو پادشاہ تسلیم کرلینا ہے۔ اس حالت میں رہتاس تک پہنچنا بھی دشوار ہے۔ راستے ہی میں آپ کے عمال راستہ روک کر آپ کی گرفتاری کے درپے ہوجائیں گے سلیم شاہ نے آگرہ سے بھاگنے کا خیال ترک کرکے مقابلہ کی تیاری شروع کی اور قطب خاں۔ جلال خاں جلوانی اور بہار خاں عرف کالا پہاڑ وغیرہ کو بُلا کر اُن کی دل دہی و استمالت شروع کی۔

شوق عبادت | مسند عالی خواص خاں و عادل خاں و عیسیٰ خاں

نیازی تینوں فوج لیکر ۲۷۔ رمضان المبارک کی شام کو بیانہ سے روانہ ہوئے عشا کی نماز خانوہ میں پڑھی۔ فتح پور سیکری کے قریب آدھی رات کے وقت پہنچے۔ مسند عالی خواص خاں نے کہا کہ حضرت شیخ سلیم چشتی سے ملکر اور اُن سے اپنے حق میں دعا کرا کر آگے بڑھیں گے۔ لشکر کو اسی طرح بستی سے باہر کھڑا چھوڑا اور یہ کہکر کہ ابھی چند منٹ میں واپس آکر آگرہ کی طرف روانہ ہونگے عادل خاں اور خواص خاں دونوں شیخ کے یہاں پہنچے تو شیخ ممدوح کو نماز میں مصروف پایا۔ خواص خاں نے کہا کہ آج رمضان کی ستائیسویں شب یعنی شب قدر ہے اس سے بہتر موقع کہاں ملیگا شیخ کے پیچھے نیت باندھکر نماز میں مصروف ہوگئے تمام لشکر کمربستہ اپنے سرداروں کے انتظار میں کھڑا تھا اور خواص خاں و عادل خاں نوافل ادا کر رہے تھے۔ عادل خاں نے تھوڑی دیر کے بعد موقع پاکر خواص خاں سے کہا کہ ہمکو قرار داد کے موافق رات ہی میں آگرہ کے قریب پہنچ جانا چاہیئے تاکہ قطب خاں نیب اور جلال خاں جلوانی وغیرہ سرداروں سے آملیں۔ خواص خاں نے کہا کہ آج کی رات شب قدر ہے ایسی سعادت سے محروم نہ رہنا چاہیئے یہ کہکر پھر نماز کی نیت باندھلی یہاں نوافل ادا ہو رہے تھے وہاں آگرہ سے باہر قطب خاں وغیرہ ابھی

اپنی فوج لیے ہوئے خواص خاں و عادل خاں کا انتظار کر رہے تھے۔ جب صبح ہونے لگی اور خواص خاں و عادل خاں کے لشکر کی کوئی علامت نمودار نہ ہوئی تو وہ مایوس ہو کر پھر آگرہ میں واپس چلے گئے۔ رات کے پچھلے حصّہ میں نوافل سے فارغ ہو کر خواص خاں ہمراہیوں کے ساتھ ایسے وقت روانہ ہوا کہ منڈاکھیڑہ (منڈاکر) میں جبکہ صبح کی روشنی خوب پھیل گئی تھی نماز فجر ادا کی۔

جنگ آگرہ اور عادل خاں کی کم ہمتی | سلیم شاہ نے صبح یہ سن کر کہ غنیم کی فوج آگرہ کے قریب پہنچ گئی ہے سب سے پہلے یہ انتظام کیا کہ قطب خاں اور جلال خاں جلوانی کو اپنے پاس بلوا کر انکی فوج سے جُدا کر دیا اور معرکۂ جنگ کے خاتمہ تک اپنے پاس سے جُدا نہ ہونے دیا۔ عیسیٰ خاں حجاب اور اس کے بیٹوں کو زبردست فوج کے ساتھ خواص خاں کے مقابلہ پر بھیجا۔ عادل خاں کے مقابلہ پر شاہ محمد فرملی اور سعید خاں نیازی برادر خود ہیبت خاں نیازی کو مامور کیا۔ نماز ضحیٰ کے وقت یعنی چار گھڑی دن چڑھے آگرہ کے متصل بڑے زور شور کی لڑائی شروع ہوئی۔ مسند عالی خواص خاں کی فوج اگرچہ تعداد میں بہت کم تھی لیکن وہ اس بہادری اور بے جگری سے لڑا کہ دشمنوں کے لشکر میں آثار ہزیمت نمودار ہو گئے قریب تھا کہ خواص خاں اپنے حریفوں کو بھگا کر فاتحانہ آگرہ میں داخل ہو جائے

کہ اسی اثنا میں عادل خاں اپنے حریفوں کے مقابل ثابت قدم نہ رہ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا اور اپنے ہمراہیوں اور مددگاروں کو مصیبت میں مبتلا کر کے دریائے جمنا کو عبور کر گیا۔ خواص خاں اور عیسیٰ خاں نیازی کو جب عادل خاں کے فرار ہو جانے کا حال معلوم ہوا تو اُن کے حوصلے پست ہو گئے اور عیسیٰ خاں حجاب کے لشکر میں جو فرار پر آمادہ تھا یک لخت استقامت اور جیرہ دستی پیدا ہو گئی۔ عیسیٰ خاں نیازی نے کہا کہ پانسہ پلٹ چکا ہے جس کے لیے یہ مصیبت مول لی تھی وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ اب میدان میں رُکنا اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا فضول ہے چنانچہ دونوں نے باگ موڑی اور بیانہ کی جانب واپس ہوئے۔ مدت العمر میں صرف یہی ایک موقع تھا کہ خواص خاں نے فتح حاصل کیے بغیر میدان جنگ سے منہ موڑا۔ عادل خاں جمنا اُتر کر چندوار اور وہاں سے جنگلوں میں ہوتا ہوا پٹنہ پہنچا۔ خواص خاں و عیسیٰ خاں نیازی بیانہ پہنچکر اور وہاں سے اپنے اہل و عیال کو ہمراہ لیکر میوات کی طرف روانہ ہو گئے۔

جنگ فیروزپور جھرکہ سلیم شاہ نے میدان جنگ کو دشمنوں سے خالی دیکھا تو فتحپور سیکری تک برسم تعاقب جاکر آگرہ واپس آگیا اور شاہ محمد فرملی کی سپہ سالاری میں بہار خاں لوحانی۔ تاتار خاں عیسیٰ خاں

دولت خیل - عالم خاں پنج بھیہ - یوسف خیل وغیرہ سرداروں اور تیس ہزار سواروں کو خواص خاں و عیسیٰ خاں نیازی کی سرکوبی کے لیے مامور کیا۔ اس لشکر کا فیروز پور جھرکہ کے قریب خواص خاں سے مقابلہ ہوا۔ صبح سے شام تک بڑی خونریز جنگ ہوئی اور خواص خاں نے اپنے مٹھی بھر ہمراہیوں کو لیکر اس طرح داد شجاعت دی کہ شاہ محمد فرملی کو شکست فاش حاصل ہوئی۔ شاہ محمد فرملی شکست خوردہ آگرہ کی جانب اور خواص خاں سرہند کی طرف روانہ ہوا۔

مسند عالی اور اعظم ہمایوں ہیبت خاں نیازی المخاطب بہ اعظم ہمایوں پنجاب کا صوبہ دار اور آجکل سب سے بڑا امیر سمجھا جاتا تھا۔ یہ وہی ہیبت خاں نیازی ہے جس کی نسبت خواص خاں نے شیر شاہ کو شکایت لکھکر بھیجی تھی کہ ہم دونوں ایک جگہ نہیں رہ سکتے ہیبت خاں اُسی زمانہ سے اب تک پنجاب کا حاکم چلا آتا تھا اُس کا چھوٹا بھائی سعید خاں نیازی سلیم شاہ کے پاس تھا اور اُسی نے مقابلہ کرکے عادل خاں ابن شیر شاہ کو آگرہ کے میدان جنگ سے بھگایا تھا۔ ہیبت خاں نیازی نے چالیس ہزار سواروں کا لشکر جرار پنجاب میں فراہم کر رکھا تھا خواص خاں نے اعظم ہمایوں ہیبت خاں کے پاس پیغام بھیجا کہ سلیم شاہ شیر شاہی امیروں کے درپے اور اپنے قول و اقرار سے پھر گیا ہے۔ نیازیوں کے ساتھ

اُس کو پہلے ہی سے نفرت ہے۔ وہ قریلی قبیلہ کا اقتدار بڑھانے میں ہمیشہ کوشاں رہا ہے اس وقت موقع حاصل ہے اگر شیر شاہ کے بڑے بیٹے عادل خاں کو تخت سلطنت دلوانے پر آمادہ ہو جاؤ اور ہمارے حامی و شریک ہو جاؤ تو با آسانی گرد فتنہ دب سکتی ہے ورنہ بعد میں تم کو بھی ضرور دست حسرت ملنے اور افسوس کرنے کے سوا چارہ نہ ہوگا۔ اُدھر سلیم شاہ نے اعظم ہمایوں ہیبت خاں کو لکھا کہ خواص خاں اور عیسی خاں نیازی دونو سرہند میں مقیم ہیں تم کو چاہیے کہ ان دونوں کو قتل یا گرفتار کرو۔ تمہاری امداد کے لیے یہاں سے بھی دوسرے امیروں کی ماتحتی میں فوجیں روانہ ہونے والی ہیں۔ اعظم ہمایوں نے سلیم شاہ کا حکم پہنچتے ہی اپنا چالیس ہزار کا لشکر لیکر سرہند کی جانب کوچ کیا اور سلیم شاہ کی فرستادہ فوج کا انتظار کرنا مناسب نہ سمجھا۔ سرہند کے قریب پہنچکر اُس نے خواص خاں کے پاس پیغام بھیجا کہ میں آپ کے مرتبہ کو پہچانتا اور آپ کو بے خطا جانتا ہوں اس وقت میری ہمدردانہ رائے یہ ہے کہ آپ سرہند کو چھوڑ کر چند روز کے لیے کوہ ہمالہ کے زمینداروں میں چلے جائیں اور وہیں قیام فرمائیں۔ اس عرصہ میں ممکن ہے کہ سلیم شاہ اپنے باپ کے امیروں کی مخالفت سے باز آجائے اور آن کی قدردانی و عزت افزائی کی جانب مائل ہو۔ اُس وقت وہ خود آپ کو بُلوا کر آپ کے مرتبہ کے موافق

سلوک کریگا اور میں اُس کو اس طرف توجہ دلاؤنگا لیکن اگر وہ اپنے موجودہ طرز عمل سے باز نہ آیا تو میں اپنے بھائی سعید خاں کو کسی بہانہ سے سلیم شاہ کے پاس سے بلوا کر اور آپ کے ساتھ ملکر شیر شاہی امیروں کی حفاظت کے لیے جو کچھ ہوسکیگا عمل میں لاؤنگا خواص خاں اور عیسیٰ خاں نیازی کو توقع تھی کہ اعظم ہمایوں ہیبت خاں نیازی سلیم شاہ کے مقابلہ میں ہماری اور عادل خاں کی حمایت کریگا۔ اب اعظم ہمایوں کے پیغام کو سُن کر اُنھیں یقین ہوگیا کہ وہ ہماری حمایت پر فی الحال آمادہ نہیں اور اگر ہم نے سرہند کو نہ چھوڑا تو وہ ضرور حملہ آور ہوگا۔ ان دونوں کے پاس اتنی جمعیت نہ تھی کہ اعظم ہمایوں کی چالیس ہزار جرار فوج کا مقابلہ کرسکیں۔ مجبوراً اُنھوں نے اعظم ہمایوں کی بات مان لی اور سرہند چھوڑ کر روپڑ چلے گئے۔

خواص خاں کمایوں میں روپڑ میں قیام کرکے کمایوں کے راجہ سے خط وکتابت کی اور اُس سے عہد وپیمان لیکر دونوں کمایوں کے پہاڑوں میں داخل ہوکر موضع اکیلی میں مقیم ہوئے۔ کمایوں کے راجہ نے اُن کے ساتھ مروّت وانسانیت کا برتاؤ کیا اور اپنی ریاست کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بطور مدد معاش اُن کے سپرد کردیا۔ اعظم ہمایوں ہیبت خاں نیازی سلیم شاہ کے پاس خواص خاں اور عیسیٰ خاں

کے کمایوں چلے جانے کی خبر بھیجکر اور اجازت منگا کر لاہور واپس چلا گیا۔ سلیم شاہ نے قطب خاں کو فوج دیکر حکم دیا کہ دامن کوہ میں کسی مناسب جگہ ایک قلعہ بنا کر قیام کرو اور اس بات کا خیال رکھو کہ خواص خاں اُس طرف کے پرگنوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ یہ وہی قطب خاں ہے جو عادل خاں کی حفاظت کے ضامن بننے والے چاروں امیروں میں شامل اور خواص خاں و عادل خاں کے لشکر میں شامل ہونے کیلئے آمادہ تھا۔ ان چاروں امیروں میں قطب خاں ہی ایک ایسا شخص تھا جو شروع سے اپنے قول و قسم کو پورا کرنا کچھ زیادہ ضروری نہ سمجھتا تھا۔ اور اب سلیم شاہ کا معتمد خاص بن چکا تھا۔ سلیم شاہ قطب خاں کو مامور کرکے جلال خاں جلوانی کو ہمراہ لیکر رہتاس مشرقی کی جانب روانہ ہوا اور وہاں کا تمام خزانہ آگرہ میں منتقل کیا۔ عادل خاں آگرہ کی لڑائی سے بھاگ کر بے سر و سامانی کے عالم میں پٹنہ پہنچا تھا۔ پھر پٹنہ سے ایسا غائب ہوا کہ آج تک کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اُس کو زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔

شہر شاہی امرا کا قتل سلیم شاہ نے رہتاس سے واپس ہوتے ہوئے مقام کوڑا گوتم پور (کوڑہ جہان آباد) میں جلال خاں جلوانی اور اُس کے بھائی خداداد خاں کو قتل کرایا۔ اب تک ان دونوں بھائیوں

کی سلیم شاہ بہت خاطر مدارات کرتا رہا تھا اس طرح یکایک ان کے قتل ہونے سے شیر شاہی امیروں کو یقین ہو گیا کہ سلیم شاہ بڑا کینہ پرور شخص ہے اور وہ کسی سے درگذر کرنے والا نہیں۔ قطب خاں جو دامن کوہ میں خواص خاں کی سرکوبی کے لیے متعین تھا جلال خاں کے قتل کی خبر سنکر چونکا اور اُس کو اپنی فکر پڑی چنانچہ وہ اپنے قیام گاہ سے پنجاب کی طرف بھاگ کر اعظم ہمایوں ہیبت خاں نیازی کے پاس لاہور پہنچا۔ بہار خاں لوحانی اور برمزید گور بھی جو شیر شاہی امیر تھے اپنی اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ کر لاہور پہنچے۔ سلیم شاہ نے اعظم ہمایوں کو لکھا کہ فوراً ان مفروروں کو پابزنجیر ہمارے پاس بھیجدو۔ اعظم ہمایوں ہیبت خاں نیازی نے قطب خاں۔ بہار خاں لوحانی۔ برمزید گور اور اُن کے سوا بارہ اور سرداروں کو جو اسی طرح بھاگ کر اُس کے پاس لاہور پہنچ گئے تھے بیڑیاں ڈالکر سلیم شاہ کے پاس قلعہ گوالیار میں بھیجدیا اور وہ وہاں معہ محمود خاں ابن عادل خاں بارود سے اُڑا دیے گئے۔ انھیں میں کمال خاں گکھڑ بھی تھا جس کی بہن سلیم شاہ کے محل میں داخل تھی وہ اتفاقاً بچ گیا۔

اعظم ہمایوں کی بغاوت اعظم ہمایوں کو بھی سلیم شاہ کی ان سفاکیوں کے حالات سُن کر اپنی فکر پڑی اس نے اپنے بھائی

سعید خاں نیازی کو خفیہ پیغام بھیجا کہ جس طرح ممکن ہو میرے پاس چلے آؤ۔ سعید خاں اپنا تمام ساز و سامان چھوڑ کر جریدہ چند سواروں کے ساتھ لشکرِ شاہی سے جُدا ہو کر بھاگا اور ڈاک کے گھوڑوں پر جن کا پہلے سے انتظام ہو چکا تھا آگرہ سے لاہور بھائی کے پاس پہنچ گیا۔

سلیم شاہ فوراً دہلی آیا اور شجاعت خاں حاکم مالوہ کے نام حکم بھیجا کہ ہماری خدمت میں پہنچو۔ اعظم ہمایوں نے علمِ مخالفت بلند کر کے پنجاب میں اپنی خود مختاری کا اعلان کیا۔ سلیم شاہ اعظم ہمایوں کی سزا دہی کے لیے مع فوج پنجاب کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں شجاعت خاں حاکم مالوہ حکمِ شاہی کی تعمیل میں دس ہزار سواروں کے ساتھ سلیم شاہ سے آملا۔ سلیم شاہ اگرچہ شجاعت خاں کا استیصال بھی ضروری سمجھتا تھا لیکن پنجاب کی بغاوت اور دس ہزار سواروں کی بر وقت امداد نے سلیم شاہ کو شجاعت خاں پر چند روز کے لیے مہربان بنا دیا۔

خواص خاں کے پاس اعظم ہمایوں نے پہلے ہی خبر بھیجدی تھی۔ وہ اور عیسیٰ خاں نیازی دونوں کمایوں سے اپنی جمعیت کے ساتھ لاہور پہنچ چکے تھے۔ خواص خاں، ہیبت خاں نیازی، سعید خاں نیازی اور عیسیٰ خاں نیازی چاروں سرداراایک لشکرِ عظیم کے ساتھ لاہور سے دہلی کی جانب روانہ ہوئے۔ یہ لشکر جب انبالہ

پہنچکر مقیم ہوا تو انبالہ سے ۲ دو کوس جانب مشرق سلیم شاہ بھی اپنی فوج لیکر آپہنچا اور پہنچتے ہی بلا توقف لڑائی شروع کردی۔

جنگ انبالہ اور مخالفین سلیم شاہ میں نا اتفاقی

یہ لڑائی عصر کے وقت شروع ہوکر بعد مغرب تک زور و شور سے جاری رہی۔ رات کی تاریکی نے حائل ہو کر لڑائی کی شدت اور زد و خورد کے ہنگاموں کو اگرچہ کم کردیا مگر دونوں لشکر رات بھر میدان میں مسلح کھڑے رہے کسی کو آرام کرنے اور سونے کا موقعہ نہیں ملا۔ بظاہر سلیم شاہ کے فتحمند ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی اور مسند عالی خواص خاں و اعظم ہمایوں وغیرہ کو اپنی کامیابی کا کامل یقین تھا۔ رات کی اس مہلت میں چاروں سردار ایک جگہ جمع ہوئے تو اعظم ہمایوں ہیبت خاں نیازی نے خواص خاں سے کہا کہ اگر صبح سلیم شاہ کو ہم نے شکست فاش دیدی تو پھر بادشاہ کس کو بنایا جائیگا۔ خواص خاں نے کہا کہ شیر شاہ کے بڑے بیٹے عادل خاں کے سوا اور کون مستحق سلطنت ہوسکتا ہے اُسی کو پٹنہ سے بلا کر تخت نشین کیا جائیگا (ان لوگوں کو ابھی تک یہ خبر نہ تھی کہ عادل خاں اس طرح غائب ہوا ہے کہ پھر کبھی اُس کا سراغ نہ چلیگا) اعظم ہمایوں نے کہا کہ یہ ہرگز ممکن نہیں کہ تلوار تو ہم چلائیں اور عادل خاں سلطنت کے مزے اڑائے جبکہ جانفشانی ہم کر رہے ہیں

تو پادشاہ بھی ہم ہی بنیں گے پھر بیساختہ یہ شعر پڑھا ؎

ملک بمیراث نیابد کسے ٭ تا نزند تیغ دو دستی بسے

خواص خاں کو پہلے ہی سے شبہ تھا کہ ہیبت خاں نیازی خود پادشاہ بننے کا آرزو مند ہے۔ اب اُس کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ شیرشاہ کے خاندان میں سلطنت کو باقی رکھنا نہیں چاہتے۔ خواص خاں شیرشاہ کی اولاد کے سوا کسی دوسرے کو پادشاہ تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ وہ نیازی سرداروں سے جُدا ہو کر اپنے لشکر میں آیا اور اپنے سرداروں سے کہا کہ اگرچہ سلیم شاہ نے بد عہدی کا جرم عظیم کیا ہے اور میری جان کا دشمن اور میرے استیصال پر ہمہ تن آمادہ ہے لیکن مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں سلطنت کو اپنے مربی شیرشاہ کے خاندان سے نکالکر نیازیوں میں پہنچادوں اور ہمیشہ کے لیے نمک حرام کہلاؤں سلیم شاہ نے اگرچہ پالائقی اور نقضِ میثاق کے گناہ کا ارتکاب کیا ہے تاہم میں سلطنت کو دوسرے خاندان میں منتقل کر کے شیرشاہ کی روح کو ہرگز اذیت نہ پہنچاؤنگا۔ سب نے خواص خاں کی رائے کو پسند کیا اور سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ عیسی خاں نیازی نے خواص خاں کی دیرینہ محبت و یک جہتی کے مقابلہ میں اپنے ہم قوم اور رشتہ داروں کی مطلق پرواہ نہیں کی اور خواص خاں کی رائے سے اتفاق ظاہر

گیا۔ صبح ہوتے ہی جبکہ لڑائی پھر زور شور سے شروع ہوئی تو خواص خاں اپنی جمعیت کو لیکر ایک طرف الگ جا کھڑا ہوا اور نیازیوں کے پاس پیغام بھیجدیا کہ میں چونکہ شیر شاہ کے خاندان میں سلطنت کو باقی رکھنا چاہتا ہوں اور تم اس کو ضروری نہیں سمجھتے لہذا میں تمھارے ساتھ شامل ہو کر سلیم شاہ کے مقابلے میں تلوار نہیں چلاؤنگا بلکہ اگر سلیم شاہ کو شکست ہونے لگی تو میں سلیم شاہ کی فوج میں شامل ہو کر تمھارے اوپر حملہ کرونگا۔ نیازیوں کے لشکر کو جب یہ معلوم ہوا کہ خواص خاں اور عیسیٰ خاں نیازی ہم سے جدا ہو گئے ہیں تو اُن کے حوصلے پست ہو گئے اُدھر سلیم شاہ کو جب یہ خبر پہنچی کہ خواص خاں نیازیوں سے ناراض ہو کر میدان جنگ سے الگ ہو گیا ہے تو اُس نے فوراً لشکر میں اس کا اعلان کرا دیا جس سے سلیم شاہی لشکر کے حوصلے بلند ہو گئے خواص خاں و عیسیٰ خاں لڑائی کا رنگ اور میدان جنگ کا تماشا دیکھتے رہے یہانتک کہ نیازی لشکر جس کی تعداد چالیس پچاس ہزار کے قریب تھی میدان چھوڑ کر بھاگنے لگا اور سلیم شاہی لشکر چیرہ دست ہو کر نیازیوں کے تعاقب میں آگے بڑھا تو خواص خاں و عیسیٰ خاں نیازی دونوں اپنی جمعیت کے ساتھ دامن کوہ کی طرف چلدیے۔ نیازیوں کا آدھا لشکر برباد اور باقی آدھا اپنی جان بچا کر فرار ہونے میں کامیاب ہوا۔

جنگ لاہور میں خواص خاں کا زخمی ہونا

اس فتح کے بعد سلیم شاہ نے

خواجہ اویس شروانی کو اعظم ہمایوں اور سعید خاں کے تعاقب پر اور رائے حسین جلوانی کو تیس ہزار سواروں کے ساتھ خواص خاں و عیسیٰ خاں نیازی کے استیصال پر مامور کیا اور شمس خاں لوحانی کو لاہور کی حکومت پر نامزد کر کے رخصت کیا۔ اور خود دہلی کی جانب روانہ ہوا۔ اعظم ہمایوں اور سعید خاں ایک اور معرکہ کے بعد کشمیر کے پہاڑوں میں پناہ گزین ہوئے عیسیٰ خاں نیازی اپنے ہم قوم اور رشتہ دار نیازیوں کی بربادی دیکھکر دیر تک خواص خاں کے ساتھ نہ رہ سکا اور اُس سے جُدا ہو کر اعظم ہمایوں اور سعید خاں کے پاس چلا گیا خواص خاں کے پاس اب صرف پانسو چھ سو آدمی جو اُس کے پُرانے رفیق اور معتمد تھے رہ گئے۔ انھیں کو لیے ہوئے وہ چند روز پنجاب کے جنگلوں اور پہاڑوں میں پھرتا رہا۔ ایک روز اُس کو معلوم ہوا کہ شمس خاں حاکم لاہور کسی ضرورت سے لاہور چھوڑ کر تیس چالیس کوس کے فاصلہ پر گیا ہوا ہے چنانچہ وہ اپنے انھیں مُٹھی بھر آدمیوں کے ساتھ لاہور پہنچا شہر والے قلعہ بند ہو گئے۔ خواص خاں نے مرزا کامران کے باغ میں قیام کر کے قلعہ کی دیوار پر چڑھنے کے لیے سیڑھیاں بنوانی شروع کیں۔ اسی حالت میں خبر پہنچی کہ رائے حسین جلوانی اپنا تیس ہزار لشکر لیے ہوئے قریب پہنچ گیا ہے۔ خواص خاں نے لاہور کی فتح کا خیال ترک کیا اور خود رائے حسین جلوانی کی طرف بڑھا۔ لاہور سے چھ کوس جانب مشرق اپنے پانسو آدمیوں کو لیکر

تیس ہزار کے لشکر پر حملہ آور ہوا۔ خواص خاں کی ہیبت لوگوں کے دلوں پر کس قدر چھائی ہوئی تھی اس کا اندازہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ اس تیس ہزار کے لشکر پر جب یکایک خواص خاں حملہ آور ہوا تو اس کے سامنے کوئی نہ ٹھہر سکا۔ لشکر کے دو حصے ہو کر دہنی بائیں جانب کو پھٹ گئے اور خواص خاں سیدھا مارتا دھاڑتا اور اس لشکر عظیم کو چیرتا ہوا دوسری جانب جا نکلا خواص خاں کے ہمراہیوں کی قلت تعداد رائے حسین جلوانی کی نگاہوں کے سامنے تھی لیکن اس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اس آفت کو ٹل ہی جانے دو اور اس کے محصور کرنے اور روکنے کی کوشش نہ کرو مگر خواص خاں آسانی سے ٹلنے والا نہ تھا۔ وہ اپنی جان پر کھیل چکا تھا اور روز روز کے جھگڑوں کو میدان جنگ میں مردانہ وار جان دیکر ختم کر دینا چاہتا تھا۔ وہ اگر چاہتا تو اس لشکر عظیم کے دوسری طرف نکلکر بلا خوف تعاقب سیدھا چلا جاتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ دوسری طرف نکلکر پھر مغرب کی طرف لوٹا اور دوبارہ اس عظیم الشان لشکر پر حملہ آور ہو کر کئی ہزار آدمیوں کو چشم زدن میں کاٹ کر ڈالدیا۔ اس دوسری حملہ آوری میں خواص خاں کے زانو پر ایک شدید زخم آیا اور وہ بیہوش ہو کر گھوڑے سے نیچے گر پڑا مگر اس کے ہمراہیوں نے فوراً اس کو اٹھایا اور چارپائی پر (بروایت دیگر چوڈول میں) ڈال کر لے گئے اور رائے حسین یا اس کے لشکر کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ

خواص خاں کو گرفتار کر سکیں یا اس کی مٹھی بھر جمعیت کے تعاقب میں روانہ ہو سکیں۔ خواص خاں زخمی ہو کر نگر کوٹ پہنچا۔ وہاں سے کمایوں کے پہاڑوں میں چلا گیا۔ نیازی سردار کشمیر کے پہاڑوں میں کشمیریوں کی دغابازی سے ہلاک ہوئے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

خواص خاں کی زندگی کے آخری پانچ سال

دامن کوہ کے ایک مختصر علاقہ پر قبضہ سلیم شاہ نے خواص خاں کے خلاف یہ چال چلی کہ کمایوں کے راجہ پر فوج کشی کرنے اور خود کمایوں کی طرف جانے کی شہرت دی۔ اس شہرت کا یہ اثر ہوا کہ کمایوں کا راجہ خواص خاں کو گرفتار کر کے سلیم شاہ کے سپرد کرنے کی کوشش کرنے لگا خواص خاں کو تو وہ کیا گرفتار کرتا۔ خواص خاں اگر چاہتا تو خود اسی کو گرفتار کر کے کمایوں پر قابض و متصرف ہو سکتا تھا لیکن چونکہ راجہ نے اس سے پہلے خواص خاں پر احسان کیا تھا اور وہ سلیم شاہ سے مرعوب ہو کر اس غیر شریفانہ حرکت پر مجبوراً آمادہ ہوا تھا لہٰذا خواص خاں خود ہی کمایوں کو [illegible] ۹۵۷ھ کے آخر ایام میں دامن کوہ کے پٹھانوں میں چلا آیا۔ پرتاب گڑھ کالا گڑھ سے قلعہ سیل گڑھ تک آباد تھے۔ قلعہ کالا گڑھ دریائے رام گنگا کے مغربی کنارے پر اس جگہ موجود تھا جہاں رام گنگا پہاڑوں سے نکل کر میدانی علاقہ میں

داخل ہوئی ہے قلعہ کالا گڑھ سے قلعہ سبل گڈھ تک جو دریائے گنگا کے مشرقی کنارے پر موجود تھا چالیس پچاس میل کا فاصلہ ہے۔ قلعہ سبل گڈھ کے نشانات اب تک گنگا کے کنارے تحصیل نجیب آباد کی حدود میں موجود ہیں۔ گنگا اور رام گنگا کے دوابہ کا شمالی حصہ جو آج کل کوہ ہمالہ کے دامن میں ایک عظیم الشان اور ہیبت ناک جنگل ہے اور کجلی بن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے بہلول لودی کے زمانہ سے پٹھانوں کی نوآبادی بنکر شیر شاہ کے عہد حکومت میں گلزار سدا بہار بن چکا تھا۔ پٹھانوں نے تمام جنگل کو صاف کر کے جا بجا اپنی بستیاں قایم کی تھیں اس افغانیہ نوآبادی کے مشرق میں کالا گڑھ اور مغرب میں سبل گڈھ تھا سبل گڈھ کا اصل نام سنبل گڈھ تھا جو پٹھانوں کی قوم سنبل کا تعمیر کردہ تھا۔ یہ وہی قبیلہ سنبل تھا جس کے سردار الہ داد خاں سنبل کی لڑکی کی شادی کے معاملے میں نیازیوں کے ہاتھ سے اس قبیلہ پر تباہی آئی تھی جس کا تاریخوں میں مفصل تذکرہ موجود ہے۔ کوہ ہمالیہ کے دامن میں کالا گڑھ سے سبل گڈھ تک پٹھانوں کی بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستیں اور زمینداریاں قایم تھیں سیکڑوں گاؤں اور متعدد قصبات آباد تھے۔ انھیں کے درمیان بعض ہندو راجپوتوں اور گسائیوں کے گاؤں بھی پٹھانوں کے زیر حفاظت آباد تھے۔ اس مذکورہ علاقہ کی لمبائی مشرق سے مغرب تک چالیس پچاس میل اور چوڑائی کوہ ہمالہ سے جنوب کی جانب کہیں دس میل کہیں بیس میل اور کہیں پچیس میل تھی اسی مذکورہ علاقہ میں شیر شاہ کے نام پر پٹھانوں نے

شیر کوٹ آباد کیا تھا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خواص خاں ہی نے اپنے پنجسالہ عہد حکومت میں اپنے مربی شیر شاہ کے نام پر شیر کوٹ آباد کیا۔ بہرحال اس علاقہ کے لوگوں نے خواص خاں کو بسر و چشم اپنا حاکم اور سردار تسلیم کر کے اُس کو اپنی آنکھوں اور دلوں میں جگہ دی۔

خواص خاں نے سلیم شاہ کی مخالفت ترک کر دی تھی | خواص خاں اگر چاہتا تو شمالی ہند کے میدانوں میں نکل کر سلیم شاہ کی عافیت تنگ کر سکتا تھا۔ وہ برسوں جھاڑکھنڈ (ہزاری باغ) کے جنگلوں میں ڈاکوؤں کا تعاقب کر چکا تھا۔ وہ اور اُس کے ہمراہی دو منزلہ اور سہ منزلہ یلغار کے عادی تھے۔ وہ ہمایوں کے لشکر پر کامیاب چھاپہ مار چکا تھا۔ اُس نے مارواڑ کے ریگستانوں اور پہاڑوں میں کامیاب حکومت کی تھی۔ وہ کمایوں سے نکلکر سیدھا بہار اور بنگالہ جا سکتا اور وہاں اپنی حکومت قایم کر سکتا یا ملتان و سندھ و مارواڑ پہنچکر اپنی سلطنت کا نقشہ جما سکتا تھا۔ سلیم شاہ اُس کے روکنے اور گرفتار کرنے پر ہرگز قادر نہیں ہو سکتا تھا اس لیے کہ ہندوستان کے ہر حصہ میں خواص خاں کے ساتھ لوگوں کو محبت تھی اور اُس کی بہادری پاک باطنی کا سب کو اعتراف تھا لیکن خواص خاں کو خود پادشاہ بننے کی خواہش نہ تھی نہ وہ شیر شاہ کی اولاد کو نقصان پہنچانا چاہتا تھا وہ تو صرف شیر شاہ کے بڑے بیٹے عادل خاں کے لیے عدل چاہتا اور سلیم شاہ کو بھائی کے ساتھ بے انصافی

اور ظلم سے روکنے کا خواہاں تھا۔ وہ اگر چاہتا تو سلاطین دکن کے پاس چلا جاتا اور ہر قسم کی عزت و منزلت وہاں حاصل کر سکتا تھا لیکن اُس کو یہ کسی طرح گوارا نہ تھا کہ شیر شاہ کے خاندان کو چھوڑ کر کسی دوسرے کا سلامی بنے۔ اب جبکہ وہ عادل خاں کی کم ہمتی اور بے تدبیری سے واقف ہونے کے بعد اُسکے مفقود الخبر اور لاپتہ ہونے کا حال بھی سُن چکا تھا۔ محمود خاں ابن عادل خاں کے قلعہ گوالیار میں قتل ہونے کا حال بھی اُس کو معلوم ہو چکا تھا اور خاندان شیر شاہی میں سلیم شاہ سے بہتر کوئی دوسرا شخص موجود نہ تھا تو اُس نے سلیم شاہ کی مخالفت کا خیال بالکل ترک کر دیا اور مذکورہ دامن کوہ میں اپنی زندگی بسر کرنے لگا۔

خواص خاں کے خلاف سلیم شاہ کی کوششیں

سلیم شاہ کسی حالت میں بھی خواص خاں کے زندہ و سلامت رہنے کا خواہاں نہ تھا اُس نے تاج خاں کرّانی برادر سلیمان خاں کرانی کو ایک مناسب فوج کے ساتھ نواح سنبھل میں متعین کر کے حکم دیا کہ خواص خاں کی نقل و حرکت سے خبر دار رہو۔ تاج خاں نے غالباً اُسی مقام پر جہاں آجکل ضلع بجنور کی تحصیل دھام پور کا قصبہ تاجپور موجود ہے اپنی فوجی چھاونی قایم کی۔ تاج خاں کے علاوہ مبارز خاں ابن نظام خاں ابن حسن خاں سور کو جو سلیم شاہ کے بعد اُس کے بیٹے کو قتل کر کے سلطان عدلی کے نام سے تخت نشین ہوا بست ہزاری منصب دیکر سرکار سنبھل کی حکومت پر مامور کیا اور خواص خاں کے مقابلے پر ہمہ اوقات

تیار رہنے کی تاکید کی۔ مبارز خاں نے بجائے شہر سنبھل سرکار سنبھل کے مقام اُجھیانی میں جو آجکل ضلع بدایوں کا ایک مشہور قصبہ ہے قیام کیا۔ اسی اثنا کرکے سلیم شاہ خود بھی فوج لیکر آیا اور مقام بن گڑھ میں خیمہ زن ہوا ؂

ہو رہے ہیں ظلم ہفت افلاک کے ٭ امتحاں ہیں ایک مشت خاک کے

بن گڑھ آج کل تحصیل بدایوں کا ایک گاؤں ہے جہاں شاہی زمانہ کا ایک کنواں ابتک موجود ہے۔ اسی بن گڑھ کے زمانہ قیام یعنی شروع ۹۵۵ھ میں شیخ علائی بہار سے سلیم شاہ کی خدمت میں واپس لائے گئے اور ملا عبداللہ سلطانپوری المخاطب بہ مخدوم الملک کی کوشش سے بحکم سلیم شاہ بن گڑھ میں مقتول یا شہید ہوئے۔ شیخ علائی کے مرشد شیخ عبداللہ نیازی پر محض نیازی ہونے کی وجہ سے مصیبت آئی اور ملا عبداللہ سلطانپوری نے سلیم شاہ کے ہاتھوں اُن کو سخت اذیت پہنچوائی۔ خواص خاں دامن کوہ کے مذکورہ رقبہ پر جو آجکل افضل گڑھ۔ شیر کوٹ۔ بڑھاپورہ اور تحصیل نجیب آباد کے شمالی حصہ پر مشتمل ہے قابض تھا اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ خواص خاں کی طرف پیشقدمی کرسکے۔ روہیلکھنڈ کے نقشہ میں تمام مذکورہ مقامات کو تلاش کرو اور دیکھو کہ خواص خاں اپنے مٹھی بھر سپاہیوں کے ساتھ کس قدر چھوٹے سے رقبہ میں محدود ہے۔ شمال کی جانب کمایوں

وگڑھوال کے حکام جو پہاڑوں پر قابض ہیں سلیم شاہ کے خوف سے اُس کے مخالف ہیں۔ جنوب میں تاجپور۔ اُجھیانی اور بن گڑھ میں شاہی چھاونیاں اور خود بادشاہ موجود ہے۔ تاج خاں اور شیر کوٹ کے درمیان صرف چند میل کا فاصلہ ہے لیکن تاج خاں کرانی کی یہ ہمت نہیں کہ شیر کوٹ پر جو خواص خاں کا مقبوضہ ہے پیشقدمی کر سکے سلیم شاہ شیخ علائی کے قتل اور چند مہینے کے بلا نتیجہ قیام کے بعد بن گڑھ سے پنجاب کی طرف روانہ ہوا اور تاج خاں کرّانی و مبارز خاں کی فوجوں میں اضافہ کر کے مسند عالی خواص خاں کی گرفتاری یا قتل کے لیے سخت تاکید کر گیا۔ تاج خاں کرّانی خواص خاں پر تو کیا قابو پاتا اُس کو ہر وقت اپنی ہی جان کا خوف تھا کہ کہیں خواص خاں حملہ آور ہو کر قصہ نہ چکا دے۔ لیکن خواص خاں کی حالت اب یہ تھی کہ وہ سلیم شاہ یا اُس کی سلطنت کو ہرگز کوئی نقصان پہنچانا نہ چاہتا تھا۔ وہ اپنے رفیقوں کے ساتھ اس چھوٹے سے علاقے میں جہاں شروانی۔ لودی۔ کاکڑ۔ لوحانی۔ سنبل اور ترین وغیرہ پٹھان آباد تھے خاموشی کے ساتھ پڑا تھا اور اپنے مقبوضہ علاقہ میں امن و امان قائم رکھکر رعایا کی خوشحالی اور فارغ البالی کے لیے کوشاں تھا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اس علاقے کے ایک درمیانی حصہ میں ہندوؤں کی بھی بعض بستیاں تھیں۔ یہ ہندو خواص خاں کو مہاتما سمجھتے اور اوتاروں کی طرح اس کی تعظیم کرتے تھے۔

مسلمانوں میں وہ خواص خاں ولی کے نام سے شہرت پا چکا تھا اور یہی سبب تھا کہ خواص خاں پر حملہ آور ہونے کی کسی کو جرات نہ ہوتی تھی۔ ایسے فرمانروا پر جس کی رعایا دل و جان سے اُس پر قربان ہو حملہ کرنا کسی زمانہ میں بھی آسان نہیں سمجھا گیا۔ خواص خاں پانچ سال تک مسلسل اس علاقہ پر قابض و متصرف رہا۔ ساہن پور کا موجودہ قلعہ بھی جو بہت سے تعمیرات کے بعد آجکل راجہ بھرت سنگھ صاحب کا قیام گاہ ہے خواص خاں کی اسی پنجسالہ حکومت کی یادگار ہے جو خواص خاں کے ہمراہی سرداروں میں سے کسی سردار نے تعمیر کرایا تھا اور لوگ ناواقفیت کی وجہ سے اُس کو موجودہ رئیس ساہن پور کے بزرگوں کا تعمیر کردہ تصور کرتے ہیں۔ اس قلعہ کا خوبصورت دروازہ جو عہد افغانیہ کے فن تعمیر کا خصوصی نمونہ تھا چند سال ہوئے دوسری شکل میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

شیر شاہ اور سلیم شاہ کی خصوصیات سلیم شاہ کی بہادری اور جنگی قابلیت میں کسی کو کلام نہیں وہ بے علم اور اُجڈ آدمی تھا لیکن خواص خاں سے بہت مرعوب تھا۔ خواص خاں اور سلیم شاہ دونوں شیر شاہ کے ابتدائی زمانہ میں ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو جنگی خدمات انجام دیتے رہے تھے سلیم شاہ جس طرح خواص خاں کی حیرت انگیز بہادری و مردانگی سے واقف تھا اسی طرح وہ خواص خاں کے حسن اخلاق خدا ترسی-

محبت اور ہمدردی سے بھی با خبر تھا سلیم شاہ کے لیے مناسب یہی تھا کہ وہ ایسے قیمتی آدمی اور اپنے باپ کے دوست صادق کو ضائع کرنے کے درپے نہ ہوتا بلکہ اُس کے پاس محبت آمیز پیغام بھیجتا اور اظہار معذرت کے بعد اپنے پاس بُلوا لیتا اور شیر شاہ کی قایم کردہ زبردست سلطنت کی عمر بڑھا دیتا۔ خواص خاں محض اشارہ کا منتظر سلیم شاہ سے صلح وصفائی کا آرزومند اور بعد صلح اُس کے زیر حکم ہر قسم کی جانفشانی پر آمادہ تھا۔ مگر سلیم شاہ اس طرف مطلق متوجہ نہ ہوا اور خواص خاں کی طرف سے اپنے دل میں کینہ کو پرورش کرتا رہا۔ اگر خواص خاں سلیم شاہ کی وفات کے وقت موجود ہوتا تو مبارز خاں (عدلی) کو ہرگز یہ موقع نہ ملتا کہ وہ سلیم شاہ کے بیٹے کو قتل کر کے خود تخت سلطنت پر قدم رکھ سکتا اور شیر شاہی سلطنت کے ایوانِ رفیع کو اس طرح ریزہ ریزہ کر دیتا۔ شیر شاہ ایک ایک پٹھان کو نہایت قیمتی سمجھتا اور ہمیشہ مہمات میں اس بات کا خیال رکھتا کہ اُس کے سپاہی ضایع نہ ہوں۔ اُس نے قلعہ رائسین کے نیچے کئی مہینے قیام کیا اور توپیں ڈھلوائیں کہ توپوں کے ذریعہ قلعہ فتح کیا جائے جب اُس کے ہمراہیوں نے کہا کہ ہم حملہ کر کے قلعہ کو فتح کر سکتے ہیں تو شیر شاہ نے یہی جواب دیا کہ میں اپنے ایک ایک سپاہی کو ایک قلعہ سے زیادہ قیمتی سمجھتا ہوں اگر قلعہ کے لینے میں میں نے اپنے سیکڑوں ہم قوموں کو قتل کرا دیا تو میرے اس نقصان کی تلافی اس قلعہ سے کیسے ہو سکے گی۔

شیر شاہ کی تمام سرداروں اور صوبہ داروں کو یہی تاکید تھی کہ جہاں تک ممکن ہو پٹھانوں کو قتل ہونے سے بچاؤ کیونکہ مجھکو ان لوگوں سے بہت بڑا کام لینا ہے۔ شیر شاہ کا ارادہ تھا کہ ہندوستان سے فارغ اور دکن پر قابض ہونے کے بعد سلیمان اعظم عثمانی سلطان روم کو شریک کار بنا کر تمام بر اعظم ایشیا کو افغانیہ اور عثمانیہ فوجوں کے ذریعہ فتنہ و فساد سے پاک کر دے (اس کی تفصیل شیر شاہ کے حالات میں بیان ہو گی) لیکن شیر شاہ کے جانشین سلیم شاہ نے تخت نشین ہوتے ہی چُن چُن کر شیر شاہی امیروں کو ہلاک کرنا شروع کیا۔ اپنے حقیقی بھائی اور بھتیجے ہی کی ہلاکت پر صبر نہیں کیا بلکہ شجاعت خاں۔ اعظم ہمایوں ہیبت خاں۔ سعید خاں۔ جلال خاں جلوانی۔ قطب خاں۔ عیسیٰ خاں۔ بہار خاں لوحانی۔ مسند عالی خواص خاں۔ برمزید گور جو شیر شاہی سلطنت کے عظیم الشان ارکان تھے ان میں سے کوئی بھی اُس کے دست ستم سے نہیں بچا اور پٹھانوں کو اُس نے اسقدر ذلیل و خوار کیا کہ اُس سے زیادہ ذلت و بے آبروئی کسی غیر کے ہاتھ سے ممکن نہ تھی۔ (جس کی تفصیل سلیم شاہ کے حالات میں بیان ہو گی)

خواص خاں کا قتل

سلیم شاہ نے خواص خاں کی اُس ہمدردی و حمایت کا جس کی وجہ سے جنگ انبالہ میں اُس کی سلطنت بچ گئی تھی یہ معاوضہ دیا کہ پنجاب سے دہلی آکر سنہ ۹۵۹ھ میں تاج خاں کرانی کے پاس حکم بھیجا کہ اگر طاقت کے ذریعہ خواص خاں کو زیر نہیں کر سکتے تو دھوکہ دیکر اور قول و قسم سے مطمئن کرکے اُس کو اپنے پاس بلاؤ اور قتل کر دو۔ تاج خاں سے سلیم شاہ کو لکھا کہ آپ خواص خاں کے نام کا اماں نامہ میرے پاس بھیجدیجئے تاکہ اُس کے ذریعہ خواص خاں کو اپنی طرف متوجہ کر سکوں۔ سلیم شاہ نے اماں نامہ بھیجدیا۔ تاج خاں سے وہ اماں نامہ خواص خاں کے پاس بھیجا اور اپنے خط میں توقع دلائی کہ آپ کے ساتھ عزت و حرمت کا برتاؤ کیا جائیگا۔ آپ بلا تکلف میرے پاس تشریف لے آئیے۔ خواص خاں پہلے ہی صلح و آشتی کا خواہشمند تھا۔ اس قول و اقرار پر اعتماد کرکے تاج خاں کے پاس چلا آیا۔ تاج خاں نے نہایت عزت و اکرام کے ساتھ استقبال کیا اور اپنے خیمہ میں لیجاکر لوازم میزبانی ادا کیے۔ خواص خاں نے مطمئن ہوکر اُن چند سرداروں اور ہمراہیوں کو جو اُس کے ہمراہ آئے تھے واپس بھیجدیا اور تنہا تاج خاں کے ساتھ سنبھل کی جانب روانہ ہوا کہ وہاں سے مبارز خاں کو بھی ہمراہ لے کر دہلی کی جانب روانہ ہو۔ تاج خاں نے اپنے سر یہ لعنت مول لی کہ راستے میں

مقام سرسی پہنچکر اس مروّت و شجاعت کے مجسمہ کو دھوکے سے قتل کر کے اُس کی لاش بے سر کو وہیں پھینکدیا اور سر سلیم شاہ کے پاس دہلی لے گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سلیم شاہ نے خواص خاں کا کٹا ہوا سر دیکھکر اطمینان کا سانس لیا۔ لوگوں نے اُس کی لاش کو تابوت میں رکھکر اول تو سرسی میں دفن کیا لیکن پھر وہاں سے نکالکر دہلی لے گئے۔ یا سلیم شاہ نے خود لاش کو دہلی منگوا کر اور سر کے ساتھ ملاکر دہلی میں دفن کیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

پٹھانوں کا قتل عام

خواص خاں کے قتل سے مطمئن ہوکر سلیم شاہ نے دامن کوہ کے اُس علاقہ میں جہاں خواص خاں کے ہمراہی موجود تھے فوجیں روانہ کیں اور حکم دیا کہ خواص خاں کے ہمراہیوں اور اس علاقے کے رہنے والے کسی پٹھان کو زندہ نہ چھوڑو۔ چنانچہ کئی سمت سے فوجیں بڑھیں خواص خاں کے ہمراہی اور اس علاقہ کی رعایا اپنے محسن و مربی خواص خاں کے خون کا بدلہ لینے کے لیے اس طرح بے جگری سے لڑی کہ شاہی لشکر کو چھٹی کا دودھ یاد آگیا۔ چونکہ شاہی لشکر کئی سمت سے حملہ آور ہوا تھا لہذا ان مظلوموں کو ایک دوسرے کی مدد کرنے

اور کسی کو ایک مرکز پر مجتمع ہو کر لڑنے کا موقع نہ مل سکا۔ سبل گڈھ۔ آصف گڈھ[۵۱] قلعہ سید باہو[۵۲]۔ بھوپت گڈھ (چاہ سلونوں) ساہن پور۔ بڑھا پور۔ سبوہارہ۔ شیر کوٹ وغیرہ قلعوں پر بڑے بڑے معرکے ہوئے۔ خواص خاں کے ہمراہی اور اس علاقے کے تمام پٹھان ہو کے شیروں کی طرح حملہ آور ہو کر اور سلیم شاہی لشکر کے بڑے حصّہ کو جو انھیں کے ہم قوموں پر مشتمل تھا خاک وخون میں ملا کر ایک ایک کر کے سب کے سب مارے گئے۔ ہندو جو تعداد میں بہت ہی کم تھے اُن میں سے اکثر گنگا کو عبور کر کے کنکھل۔ جوالا پور اور ہردوار کی طرف اور بعض کمایوں وگڑھوال کے پہاڑوں میں چلے گئے۔ سلیم شاہی افواج نے ہندوؤں سے کوئی تعرض نہ کیا لیکن پٹھانوں کے بچوں اور عورتوں تک کو بھی چُن چُن کر قتل کر دیا ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

اُسی روز سے آج تک یہ تمام سرسبز و آباد علاقہ ویران اور جنگل چلا آتا ہے۔

---

[۵۱] آصف گڈھ کا قلعہ کوٹا والی ندی اور گنگا کے دوابہ میں دونوں دریاؤں کے جائے اتصال پر سبل گڈھ سے شمال کی جانب تھا مذکورہ دونوں دریاؤں نے اس کو منہدم ونا پید کر دیا ہے

[۵۲] بھاگو والہ اور کوٹا والی ندی کے درمیان ہردوار کی سڑک پر قلعہ سید باہو کا خرابہ موجود ہے۔

بہلول لودی کے زمانہ سے یہ علاقہ پٹھانوں کی نوآبادی تھی۔ شیر شاہ کے عہد حکومت میں اس کی سرسبزی و آبادی اپنے معراج کمال کو پہنچ گئی تھی۔ پورے سو برس کے بعد ہو جودہ قتل عام نے اس کو پھر وحشت ناک جنگل کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ آج تک اس جنگل میں جابجا پختہ مسجدیں۔ کنوئیں۔ پختہ حظیرے۔ پختہ عمارتوں کے کھنڈر جو شیر شاہ اور خواص خاں کی مرثیہ خوانی کر رہے ہیں شکاریوں کو بڑی کثرت سے ملتے ہیں اور درندوں یعنی جنگلی شیروں کے مامن بنے ہوئے ہیں۔ خواص خاں غالباً ماہ ذیقعد ۹۵۹ھ میں مقتول ہوا اور ماہ ذی الحجہ ۹۵۹ھ کے خاتمہ تک اس کے ہمراہیوں اور اس علاقہ کے پٹھانوں کا خاتمہ کر دیا گیا۔ تاریخوں میں اس عظیم الشان قتل عام کی تاریخ "مصیبت بعام شد" لکھی ہے۔ ۹۵۹ھ اس واقعہ کے دو سو سال بعد اسی علاقہ کے جنوبی اور درمیانی حصہ میں امیر الامرا نواب نجیب الدولہ مرحوم نے خواص خانی پٹھانوں کی مدفون ہڈیوں پر نجیب آباد کے نام سے یاغستانی پٹھانوں کا ایک شہر آباد کیا اور پتھر گڑھ کے نام سے ایک سنگین قلعہ بنایا لیکن اس شہر کے علاوہ مذکورہ جنگل آبادیوں میں تبدیل نہ ہو سکا جس طرح پہلے پٹھانوں کو اس علاقہ کی بود و باش زیادہ دنوں راس نہ آئی تھی اسی طرح اس دوسرے دور میں بھی سو برس کے اندر ہی اندر نجیب آباد کے پٹھانوں کا خون زمین کی

پیاس بجھانے کے کام آگیا۔ بعد میں جو بچے کھچے رہ گئے تھے اُنھوں نے ۱۸۵۸ء میں آم سوت کے قریب رواسن ندی کی ریتی میں انگریزی توپوں کے گراب اور بندوقوں کی گولیوں کے مقابلہ میں اپنے سینوں کو چھلنی بنا کر قومی روایات کا نہایت شاندار آخری نمونہ دکھایا اور رواسن ندی نے آیندہ موسم برسات کی طغیانی میں ان نجیب آبادی پٹھانوں کی کھوپریوں کی ہڈیوں کو پتھروں سے ٹکرا ٹکرا کر ریزہ ریزہ کر دیا۔

اے نزاع خارے بپا شکستہ کجے دانی کہ چیست ✽ حال شیرانے کہ شمشیر جفا بر سر خورند

اب جس طرح خواص خانی پٹھانوں کا نام و نشان دُنیا سے گم ہے اسی طرح نجیب آبادی پٹھانوں کا نام و نشان بھی دُنیا سے قریباً معدوم ہو چکا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ خواص خانی پٹھانوں کے قایم مقام جنگلی شیر ہیں اور نجیب آبادی شیروں کی جگہ گیدڑوں۔ لومڑیوں اور دُم بُریدہ جاموشوں نے مصنوعی پٹھانوں کا لباس پہنکر پسند کر لی ہے۔ خواص خانی پٹھانوں کے مساکن میں جنگلی درختوں اور خود رو خار دار جھاڑیوں کی افراط ہے اور نجیب آبادی پٹھانوں کے اکثر گھروں میں آج کل کھیتیاں ہوتی اور ہل چلائے جاتے ہیں ~

طالع شہرت تا رسوائی مجنوں بیش است ✽ ورنہ طشت من و او ہر دو ز یکبام افتاد

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ٥

عبرت خدائے تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ خواص خانی
پٹھان اور نجیب آبادی پٹھان کس کس معصیت اور کیسے کیسے
گناہوں میں مبتلا ہوئے تھے جس کی پاداش میں اُن کا یہ انجام
ہوا۔ اُن سیاحوں کو جو سارناتھ۔ ٹکسلا اور دہلی۔ آگرہ۔
لاہور کی سیر سے فارغ ہو کر نجیب آباد کے جنگل تک بھی پہنچ جاتے
ہیں کبھی یہ ارشادِ الٰہی فراموش نہ ہونا چاہیے کہ وَکَمْ اَهْلَکْنَا مِنْ
قَرْیَةٍ بَطِرَتْ مَعِیْشَتَهَا فَتِلْکَ مَسٰکِنُهُمْ لَمْ تُسْکَنْ
مِّنْ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِیْلًا وَکُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِیْنَ" (اور ہم نے
بہت سی بستیاں ہلاک کر ڈالیں جن کے باشندے اپنے
سامانِ معیشت کی فراوانی سے بہت اترائے پھرتے تھے اب
یہ اُنہیں ہلاک ہونے والوں کے گھر ہیں جو اُن کے ہلاک ہونے
کے بعد آباد نہیں ہوئے مگر شاذ و نادر ہی۔ اور آخر کار ہم ہی
سب کے مالک ہوئے)

الٰہی ہم کو اپنی رضامندی کی راہوں پر چلا اور شیطانی راستوں
پر گامزن ہونے سے بچا۔ آمین۔

خواص خاں کی لاش دہلی میں | ملا عبدالقادر بدایونی نے

منتخب التواریخ میں خواص خاں کے مقام سرسی میں قتل ہونے اور لاش کے دہلی جانے کا ذکر کیا ہے لیکن مخزن افغانی میں خواجہ نعمت اللہ ہروی کی روایت یہ ہے کہ خواص خاں کو سلیم شاہ کے حکم سے دہلی کے بازار میں قتل کیا گیا اور سلیم شاہ نے اُس کی لاش کو تین دن تک اُسی جگہ پڑا رہنے دیا تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو۔ پہلی رات لاش پر اس قدر پھول برسے کہ لاش پھولوں میں چھپ گئی۔ جب سلیم شاہ کو یہ خبر پہنچی تو اُس نے پہلے پاسبانوں کو جُدا کر کے دوسرے پاسبان مقرر کیے اور تاکیدی حکم دیا کہ کسی متنفس کو لاش کے قریب نہ آنے دو مگر دوسری رات بھی پھولوں کا ویسا ہی انبار لاش پر موجود تھا۔ پاسبان پھر تبدیل کیے گئے لیکن تیسری رات بھی یہی صورت پیش آئی جب ان پھولوں کے ڈالنے والے کا کوئی پتہ نہ چلا تو سلیم شاہ خواص خاں کے روحانی مرتبہ کی بلندی اور ولایت کا قائل ہو کر اُس کے قتل سے پشیمان ہوا اور اُس نے لاش کو اُسی جگہ دفن کرنے کا حکم دیا۔ میرے نزدیک ملا صاحب اور خواجہ صاحب دونوں کے بیان میں کوئی تضاد اور تناقض نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملا صاحب کے بیان کے موافق مقام سرسی ہی میں خواص خاں کو قتل کیا گیا ہے اور جسد

لاش دہلی لائی گئی تو اُس کے ساتھ وہ معاملہ ہوا جو خواجہ صاحب نے بیان کیا ہے۔ یا خواص خاں کے سر کے ساتھ جو پہلے دہلی بھجوا دیا گیا تھا یہ معاملہ ہوا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شیر شاہ اعظم نے اپنے آخر ایام حیات میں اپنے دونوں بیٹوں کی نسبت جو الفاظ فرمائے تھے اُن کا اس جگہ نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

"من دو پسر دارم ہیچ کدام شایستہ سلطنت نیست۔ چہ عادل خاں چنداں بلہو و لعب و عیش و عشرت مشغول است کہ بکار ہر کارہ خود مقید نیست و سلطنت خود امر عظیم است۔ جلال خاں را بغایت کینہ ور و مغضوب است این خصائل نادرضیہ منافی امور سلطنت است تا حق تعالیٰ چہ خواستہ باشد"

خواص خاں کے خصوصی خصائل

مسند عالی خواص خاں کے فقیر دوست اور باخدا انسان ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ خواجہ نعمت اللہ ہروی نے خواص خاں کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اُس کا ترجمہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔

"شیر شاہ نے خواص خاں کو ایسا بلند مرتبہ عطا کیا تھا کہ اُس سے زیادہ بلندی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ شیر شاہ نے خواص خاں کو مسند عالی

کا خطاب دیا تھا۔ خواص خاں کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ ایسے نہیں ہیں کہ احاطۂ تحریر میں سما سکیں۔ سخاوت۔ شجاعت۔ طاعت۔ عبادت۔ دین پروری۔ پاس شرع۔ تعظیم علما۔ تکریم فضلا۔ دستگیریٔ محتاجین و درماندگان۔ دلجوئی غربا و فقرا۔ فریاد رسیٔ مظلومان۔ پرسش احوال سپاہ و رعایا۔ خواہش رفاہیت جمیع خلایق۔ شوق اعمال و افعال پسندیدہ وغیرہ اخلاق حسنہ میں بے نظیر تھا اور اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ اگر حاتم طائی اس کے زمانہ میں ہوتا تو اس کی غلامی کا اقرار کرتا اور سخاوت و بذل اموال کے آداب و طریقے اس سے سیکھتا۔ اگر رستم دستان اس کا زمانہ پاتا تو اس کی شاگردی کا دم بھرتا۔ خواص خاں فقیروں اور محتاجوں کے واسطے بکثرت لحاف اور رضائیاں تیار کرایا کرتا تھا۔ ہر شب جمعہ کو دستور تھا کہ اسّی من بھات اور سو من حلوا بہت سے میوے ڈال کر تیار کراتا اور فقیروں کو تقسیم کرتا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ حلوے کا طباق خود ہاتھ میں لیے ہوئے لقمے بنا کر اپنے ہاتھ سے فقیروں کو کھلاتا اور باوجود اس تمام حشمت و شوکت کے بذات خود فقرا و غربا کی خدمت کرتا کبھی تکبر کو اپنے پاس نہ پھٹکنے دیتا۔ ساری ساری رات فقیروں کی خدمت گذاری میں گذار دیتا۔ ہمیشہ ہر قوم اور ہر ملت کے کئی ہزار

فقیر ملنگ ۔ لنگوٹ بند ۔ جوگی سنیاسی وغیرہ اُس کے لشکر کے
ساتھ رہتے ۔ آگ جلاتے اور دھونی رماتے تھے سب کو اُس کی
سرکار سے روزینے نقدی اور جنس کی شکل میں ملتے تھے ۔ کہتے
ہیں کہ جس زمانہ میں خواص خاں پنجاب کا حاکم اور کشمیر کی طرف
گیا ہوا تھا شب جمعہ آئی اور برف و بارش کی وجہ سے ہیزم خشکی
لشکر میں کسی کو میسر نہ آسکی اور مقررہ حلوا تیار نہ ہو سکا ۔ سردی خوب
ہو رہی تھی فقرا حلوے کے منتظر تھے خواص خاں فقیروں کے اس
انتظار کا حال سن کر بہت پریشان ہوا ۔ اتفاقاً اُسی روز ململ
اور خاصہ کے تھانوں کی دو سو گٹھریاں بنگالہ سے آئی تھیں اور
خواص خاں کے خیمے کے سامنے اُن کا تودہ لگا ہوا تھا اُس نے
بلا تامل حکم دیا کہ ان گٹھریوں کو کھلوا اور کپڑے کے تھان نکال
نکال کر عطر اور چنبیلی کے تیل میں تر کر کے ایندھن کی جگہ جلاؤ اور
حلوا پکاؤ ۔ کپڑے کے تھانوں کی اسی گٹھریاں اور پچاس من پھلیل
خرچ ہوا تب کہیں جاکر حلوا تیار ہوا ۔ موسم سرما کی اُس اندھیری
رات میں تمام رات فقیروں کو حلوا تقسیم کرتا اور اُن کو راحت
پہنچانے کی تدبیریں عمل میں لاتا رہا ۔ ایک لاکھ روپیہ سالانہ
گوشہ نشینوں اور بیواؤں کو ۔ انواع و اقسام کے کپڑے ۔ ہزار ہا سل

اور ہزار ہا رضائیاں غریبوں میں تقسیم کرنا۔ ملک کے ہر حصہ میں بیواؤں اور یتیموں کی فہرستیں تیار کرانا اور سب کی تنخواہیں مقرر کر کے ماہانہ سب کے پاس پہنچانا۔ جس طرح کھانا غریبوں۔ فقیروں اور مسافروں کے لیے ہمیشہ تیار رہتا اسی طرح کپڑوں کی بھی ایک بڑی مقدار اُن کی سرکار میں مہیا رہتی تھی۔ جب کوئی شخص کھانے یا کپڑے کا سوالی آتا بلا تامل اُس کی خواہش پوری کی جاتی۔ خواص خاں کے آخر ایام حیات تک یہی دستور بلا انقطاع جاری رہا۔"

ملک بدر الدین مرزا سدھانوی (جو شیر شاہی امرا میں شامل تھا) سے منقول ہے کہ ایک روز مسند عالی خواص خاں نے ایک بڑی مجلس ترتیب دی۔ تمام امیروں اور غریبوں کو مدعو کر کے ہر قسم کے کھانے کھلوائے اور خوشی خوشی بذات خود ہر قسم کی خدمات بجا لانے میں مصروف رہا۔ میں نے ازراہ بے تکلفی عرض کیا کہ مسند عالی! آپ تھوڑی دیر مجلس میں بیٹھ کر آرام کیجیے کام کرنے والے اور بہت سے آدمی موجود ہیں۔ خواص خاں نے کہا کہ ملک صاحب! وفورِ مسرت سے مجھ کو ذرا بھی تکان کا احساس نہیں۔ میں نے عرض کیا آخر یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کو کونسی ایسی خوشی حاصل ہوئی ہے جس کی وجہ سے آپ کے چہرے پر غیر معمولی

شگفتگی و مسرت کے آثار نمایاں ہیں۔ خواص خاں نے کہا کہ بادشاہ (شیر شاہ) نے مجھ پر اتنی بڑی مہربانی کی ہے کہ اس کے شکرانہ میں جو کچھ میرے پاس ہے سب راہِ خدا میں لٹا دونگا اور ساری عمر ادائے شکر سے عہدہ برآ نہ ہو سکونگا۔ میں نے پھر عرض کیا کہ آخر مجھکو بھی تو اس کی تفصیل سنائیے۔ خواص خاں نے کہا کہ میں اور برمزید گور (شیر شاہ کا مشہور سپہ سالار) دونوں بادشاہ کے پاس خلوت میں حاضر تھے۔ بادشاہ نے برمزید گور کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس مجرم کو میں تیرے سپرد کروں تو اس کو بلا تامل میرے صریح حکم کا انتظار کیے بغیر قتل کر دیا کر۔ تیرے سپرد کرنے کا مطلب یہی ہوگا کہ میں اس کو قتل کرانا چاہتا ہوں۔ برمزید گور آداب بجالایا اور بادشاہ کا شکریہ ادا کیا۔ پھر بادشاہ نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس مجرم کو تیرے سپرد کروں خواہ وہ کتنا ہی بڑا مجرم اور سزاوارِ قتل کیوں نہ ہو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے اس کا خون معاف کر دیا۔ تجھے اختیار ہے خواہ اسی روز خواہ دوسرے روز بلا میری اجازت کے اس کو رہا کر دے۔ یہ سن کر میں بھی آداب بجالایا۔ چونکہ بادشاہ ظل اللہ ہوتے ہیں اگر مجھکو وہ خدمت سپرد کیجاتی جو مزید گور کو سپرد ہوئی تو مجبوراً مجھکو تعمیل کرنی پڑتی لیکن خدا تعالے

کا ہزار ہزار شکر ہے کہ مجھکو جاں بخشی کی خدمت سپرد ہوئی۔ اسی کے شکرانہ میں میں نے اس مجلس اور اتنی بڑی ضیافت کا اہتمام کیا ہے۔

خواص خاں کی نسبت تاریخ فرشتہ کے الفاظ یہ ہیں کہ

"خواص خاں در شجاعت رستم زماں و در سخاوت حاتم دوراں بود و اہل ہند او را از جملہ اہل اللہ و اولیاء می شمارند و او را خواص خاں ولی می گویند (رحمۃ اللہ علیہ)"

خلاصۃ التواریخ مصنفہ سبحان رائے بھنڈاری بٹالوی (تالیف شدہ سنہ ۱۱۰۷ھ) کے الفاظ یہ ہیں کہ۔

"خواص خاں قوت بازوے شیر شاہ بود و در شجاعت و مردانگی طاق و در سخاوت و نیکنامی شہرۂ آفاق۔ چنانچہ تاحال در ہندوستان کارنامہ ہائے او را در سرود و نغمہ می سرایند"

خاتمہ

خواص خاں ولی کے حالات غالباً اب تک کسی نے ایک جگہ فراہم اور مرتب کرکے نہیں لکھے۔ میں چونکہ آج کل شیر شاہ اعظم کے حالات تاریخوں میں مطالعہ کر رہا ہوں اس لیے خواص خاں کا نام بار بار آتا اور اُن کا تھوڑا تھوڑا ذکر میری نظر سے گذرتا رہا۔ میں نے خواص خاں کے متعلق اپنے تمام مطالعہ کے نتیجہ کو اپنے الفاظ میں مرتب کر دیا ہے۔ اس کو خواص خاں کی مکمل سیرت نہیں کہا جا سکتا۔ بالخصوص خواص خاں کے عہد طفلی اور قابلیت علمی کی نسبت کسی جگہ کوئی قابل تذکرہ روایت میری نظر سے نہیں گذری نہ خواص خاں کی اولاد کی نسبت کچھ معلوم ہوا۔ شیر شاہ اعظم کے حالات لکھنے والے مورخین نے اہم واقعات کے بیان کرنے میں ایک دوسرے سے بہت اختلاف کیا ہے۔ اس اختلاف کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مغلوں کے عہد حکومت میں جس قدر تاریخیں لکھی گئی ہیں اُن میں سلاطین افغانیہ بالخصوص شیر شاہ کے ساتھ کسی مورخ نے کم اور کسی نے زیادہ بے انصافی

سے کام لیا ہے جس کے لیے شاید وہ مجبور بھی ہوں۔ خواص خاں کا ذکر بھی کسی نے بہت ہی مجمل اور کسی نے ذرا اُس سے مفصل۔ کسی نے بھلائی اور کسی نے بُرائی کے ساتھ کیا ہے۔ مورخین کا یہ اختلاف بھی چونکہ احقاقِ حق اور جستجوئے حقیقت کے لیے بہت سے سامان فراہم کر دیتا ہے لہذا مستحقِ شکر گزاری ہے۔ میں نے خواص خاں کے حالات مرتب کرنے میں تمام تاریخوں کے مابہ الاشتراک کو پیش نظر رکھکر اُنھیں روایتوں کو ترجیح دی ہے جو اس مابہ الاشتراک کے متوازی تھیں اور اس کی ضد نہیں ہو سکتی تھیں۔ میں نے اس مختصر رسالہ میں والستہ تاریخوں کے حوالوں اور مورخین کے الفاظ کو نقل نہیں کیا کیونکہ ایک مورخ کے کلام کو دوسرے کے الفاظ پر مرجح اور مقدم قرار دینے کے دلائل بیان کیے بغیر حوالجات کی نقل کرنا بالکل لغو اور فضول کام تھا اور اس چھوٹے سے رسالہ میں روایتوں کی چھان بین اور مورخین کی تصویب و تغلیط کے دلائل کی گنجایش نہ تھی لہذا آج کل کے نوخیز اور آرام طلب تنقید نگاروں کی تسکین خاطر کے لیے جو کسی ایک دو متداول کتاب کو

سامنے رکھکر اپنے تبحر کی نمائش کے شوقین ہیں یہ بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیر شاہ اعظم کے حالات جب شایع ہونگے تو جوابات انشاء اللہ تعالی سامنے آجائیں گے۔ یہ رسالہ میں نے عام پڑھنے والوں کے لیے لکھا ہے غلبوا از ہوشگیر اور زعمِ جیفہ خوار کے لیے نہیں لکھا تاہم کج فہم اور کج بحث حاسدوں کے جلتے توے پر ایک بوند ڈالدینے میں مجھے تامل نہیں۔ وہ خوش ہو کر ابوالفضل کے ان الفاظ کو پڑھیں کہ۔

"خواص خاں از غلامان شیر خاں بود
و با بلہ طرازی و گربزت و تصرف کردن
اموالِ مردم از واندوختہائے عالم را بہ
ادائی و اسافل وادن در خواطر گروہ
عوام بولایت خود را اشتہور ساختہ
بود"

ہیں ابوالفضل کے ان الفاظ اور اس کے اس ادائے بیان کی حقیقت کے اظہار کو ملتوی رکھتا اور جب تک شیر شاہ کے حالات شایع نہ ہوں خواص خاں ولی کی روح

سے شرمندہ ہوں۔ والسّلام

اکبر شاہ خاں
نجیب آباد

۲۵۹۷
کتبہ عاصی فیض الحسن بدرقم بریلوی
۳۱۔ جنوری ۱۹۲۹ء

آئینہ حقیقت نما (جلد دوم)

(مصنفہ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی)

ہندوستان کے مسلمانوں پر وارد ہونے والی مصیبتوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ قومی اتفاق مسلمانوں میں باقی نہیں رہا۔ اولوالعزمی اور بلند خیالی کی جگہ کم ہمتی اور پست خیالی ترقی پذیر ہے۔ مذہب کی طرف سے بے پروائی عام طور پر پائی جاتی ہے مفید و نفع رساں علوم کا چرچا دن بدن کم ہو رہا ہے۔ مالی و اقتصادی اعتبار سے دوسری قومیں مسلمانوں کو ہر روز نیچا دکھا رہی ہیں۔ غرضکہ ہر ایک شرافت اور ہر ایک فضیلت مسلمانوں سے رخصت ہو رہی ہے جس کو دوسرے الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کی قوم مہلک امراض میں مبتلا ہو کر زندگی سے دور اور مرگ سے قریب ہوتی جاتی ہے مسلمانوں کی ان مہلک بیماریوں کے اسباب میں ایک سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ مسلمان اپنی اصلی اور صحیح تاریخ سے قطعاً ناواقف بنا دیئے گئے ہیں۔ سرکاری مدرسوں اور کالجوں میں تاریخ کے نام سے جو چیز طلباء کو پڑھائی جاتی ہے وہ درحقیقت اصل تاریخ سے دور و مہجور رکھنے کا ایک زبردست سامان ہے اور بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کو میدان جنگ میں نہیں بلکہ موجودہ زمانہ کی تعلیم گاہوں کے کمروں میں شکست خوردہ و مغلوب بنا یا گیا ہے۔ دنیا میں کوئی قوم اپنی تاریخ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ بزرگوں اور پیشروؤں کے اصلی کارناموں اور اُن کے اخلاق و معاشرت و تہذیب کی صحیح روایتوں ہی سے آنے والی نسلوں میں عقد ہمت اور رفعت حوصلہ کی روح پیدا ہو سکتی ہے۔ حسرت و افسوس کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان اپنی اس متاع گرانمایہ یعنی صحیح علم تاریخ سے محروم نظر آتے ہیں اس گمراہی و ظلمت کے طوفان میں مندرجہ عنوان نام کی کتاب کا شائع ہونا ایسا ہے جیسے ریگستان کے سفر میں کسی پیاسے کو ٹھنڈا پانی مل جانا۔ اس کتاب کی پہلی جلد شائع ہو کر ملک و قوم سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے اور اُس کا پہلا ایڈیشن ختم ہو کر اب دوسرے

[illegible]

تغلق۔ سلطان محمد تغلق۔ سلطان فیروز تغلق۔ سلطان محمود تغلق۔ حملہ تیمور۔ دولت خاں لودی۔ خضر خاں سید۔ مبارک شاہ سید۔ محمد شاہ سید۔ سلطان علاء الدین سید وغیرہ کے تفصیلی حالات پر مشتمل ہے اور اس میں اُس زمانے کے ہندوستان کے معاشرتی۔ اخلاقی۔ علمی۔ تمدنی حالتوں پر خوب روشنی ڈالی گئی ہے مسلمان فرمانرواؤں نے ہندو محکوموں کے ساتھ کس قسم کا سلوک کیا؟ یہ مضمون خصوصی اہتمام سے درجہ اتمام تک پہنچا دیا گیا ہے۔ یہ دوسری جلد بجائے خود ایک مستقل کتاب ہے جو محتاج بالغیر نہیں۔ یہ ایک نہایت قابل قدر نفع رساں اور قابل مطالعہ تصنیف اور ہندوستان کی صحیح تاریخ ہے۔ کوئی بات بلا اسناد اور بلا حوالہ درج نہیں ہوئی۔ پرانی تاریخوں اور ہم عہد مورخوں کے اصل الفاظ جا بجا نقل کیے گئے ہیں محاکمہ جا بجا نہایت بصیرت افروز کیا گیا ہے۔ نہایت اچھے سفید چکنے کاغذ پر ۲۰×۲۶/۸ تقطیع پر چھپی ہے صفحات کی تعداد ڈھائی سو کے قریب ہے قیمت ڈیڑھ روپیہ فی جلد آٹھ آنہ محصول ڈاک وغیرہ شامل کر کے پورے دو روپے ہیں اس کا وی پی وصول ہوتا ہے۔ اس پتہ سے جلدی طلب کیجیے

ملنے کا پتہ

منیجر تجارتی کتبخانہ حسن نظامی ایسٹرن لٹریچر کمپنی لمیٹڈ دہلی

آئینہ حقیقت نما (جلد دوم) کے متعلق

ملک کے سیکڑوں اُردو اور انگریزی اخباروں اور رسالوں میں نہایت شاندار اور مفصل ریویوز شائع ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں بعض اخبار و رسائل جو اس وقت دفتر میں موجود مل سکے اُن میں سے اس کتاب کی سیر کن اور طویل الذیل تنقیدوں کے اقتباس بنظر اختصار ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں تاکہ اس کتاب کی حقیقت کما حقہ سمجھ میں آسکے - اگر تمام ریویوز مکمل طور پر ایک جگہ نقل کیے جائیں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے

رسالہ نظام المشائخ دھلی

(دسمبر ۱۹۲۸ء)

آج تقریباً ہر آریہ مبلغ کی زبان سے یہ جملہ سُنا جاتا ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے تلوار کے زور سے ہندوستان میں اسلام پھیلایا ہے - لیکن وہ اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ اگر ایسا ہوتا تو آج اس داستان کو دُہرانے والا کوئی ہندو ہندوستان میں موجود نہ ہوتا - یہ کتاب صرف اسی مقصد سے لکھی گئی ہے کہ انتہائی تحقیق اور تدقیق کے ساتھ ہندوستان کی اسلامی حکومت کی صحیح صحیح تاریخ بلا کم و کاست لکھدی جائے - آئینہ حقیقت نما کوئی ایسا افسانہ نہیں ہے جو علامہ اکبر شاہ خاں نے تصنیف کرکے پیش کر دیا ہے بلکہ ایک ایسی جامع اور معتبر تاریخ ہے کہ صحت اور جامعیت کے لحاظ سے اس سے بہتر نہ کوئی کتاب موجود ہے اور نہ شاید مدتہا مدت تک آیندہ ہو سکے - یہ دو چار تاریخی کتابوں کے چند اقتباسات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ اس موضوع پر ایسی مجتہدانہ تصنیف ہے کہ جسے بجا طور پر اس وقت تک کی تمام عربی فارسی اور انگریزی تاریخوں کا خطر کہا جا سکتا ہے کتاب کو پڑھکر اس بات کا اندازہ کرنا دشوار رہ جاتا ہے کہ فاضل مصنف نے کس طرح علم تاریخ کی کتابوں کے دفتر کے دفتر اس محدود عمر میں پڑھ ڈالے اور پھر پڑھے بھی سرسری نظر سے نہیں بلکہ انتہائی دقت نظر کے ساتھ - مورخین کی ایک ایک کتاب پڑھکر

ہر ایک میں سے مصنف نے ایسے ایسے گوہر ہائے آبدار چن لیے ہیں کہ جن کی تعریف نہیں ہو سکتی اور پھر کمال یہ ہے کہ ذاتی اجتہاد اور رائے زنی سے تا حد امکان پرہیز کیا گیا ہے۔ کتاب کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ ہر ایک جلد بجائے خود ایک مکمل کتاب ہے اور دوسری جلد پڑھنے کے لیے ضروری نہیں کہ پہلی جلد نظر سے گذر چکی ہو۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ کتاب ان وقتی تصانیف میں سے نہیں ہے جن کی زندگی دو چار اشاعتوں تک محدود ہوتی ہے۔ اسے اُردو زبان کے ساتھ شاید ہزاروں برس جینا ہے۔

اخبار توحید امرتسر

(مورخہ ۵۔ دسمبر ۱۹۲۸ء)

ہندوستان میں اسلامی عہد کے متعلق جس قدر کتابیں اُردو میں شایع ہوئی ہیں بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ ان میں "آئینہ حقیقت نما" اپنی نظیر آپ ہی ہے انگریز مورخین نے جس شرمناک بددیانتی اور خوفناک عیاری کے ساتھ اسلامی تاریخ کو پیش کیا ہے ہندو اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے خود مسلمان نوجوان جو انگریزوں اور ان کے خوشہ چین ہندوؤں کی تصنیفات کے رہین منت ہیں وہ بھی اسلامی عہد حکومت کے متعلق یا تو ہندوؤں اور انگریزوں کے ہم خیال ہیں یا کم از کم یہ کہ اس دور کے متعلق کوئی قابل تعریف جذبہ اپنے دلوں میں نہیں رکھتے مولوی صاحب موصوف کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انھوں نے عام مورخوں کی روش سے علیحدہ ہو کر روایت اور درایت کے بہترین اصول کی بنا پر تمام قدیم مورخوں کی تصنیفات سے نہایت محنت اور عرقریزی سے اس معقولیت کے ساتھ ایک تاریخی دستاویز مرتب کی ہے کہ وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ہندوستان کے اسلامی عہد کے متعلق پہلی شاندار تصنیف ہے جو اُردو زبان میں لکھی گئی ہے۔ اس کتاب میں سلطان محمد تغلق کے حالات زیادہ تفصیل سے دیے گئے ہیں مورخین نے سلطان موصوف کی غلط تصویر پیش کرنے میں جسقدر ظلم کاری سے کام لیا ہے اس کے متعلق حقیقت نفس الامری کو بے نقاب کرنے میں فاضل مولف کی محنتیں بے حد قابل قدر ہیں۔ الزامات کا جواب دیتے ہوئے مولوی صاحب موصوف تاریخی حقائق

اور معارف کے ایسے اہم اور لطیف مباحث ذکر کر گئے ہیں کہ ان کو بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔

اخبار مہاجر دیوبند

(مورخہ ۲۱ - دسمبر ۱۹۳۰ء)

ہم نہایت وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ مولانا اکبرشاہ خاں صاحب نے جس پاک مقصد کو پیش نظر رکھکر اس کام کو شروع کیا تھا اُسمیں انہیں غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی ہے اس زمانہ کا کوئی ایسا تعلیم یافتہ انسان بھی ایسا نہ ہوگا جو سلطان محمد تغلق کا نام سنتے ہی نہ چونک پڑے ہر شخص اسے انتہا سے زیادہ ظالم اور ہیبت ناک درندہ خیال کرتا ہے اسکے متعلق کسی کو بھولکر بھی انسان ہونیکا گمان نہیں ہوتا لیکن واللہ! مولانا اکبرشاہ خاں صاحب کی اس تصنیف کا یہ اہم حصہ پڑھکر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنکھوں کے سامنے سے پردے ہٹتے چلے جارہے ہیں اور سلطان محمد تغلق اپنے اصلی خط وخال اور غیر مشتبہ صورت میں کھڑا ہے مولانا اکبرشاہ خاں صاحب نے جس قابلیت اور جس انداز کے ساتھ اس مظلوم سلطان کے حالات سے بحث کی ہے اس نے درحقیقت فن تاریخ نویسی میں ایک نئے باب کا اضافہ کردیا ہے۔ اسی ضمن میں سلطان محمد تغلق کے زمانہ کے علما اور صوفیا کے حالات بھی نہایت دلچسپ انداز میں تحریر کردئے گئے ہیں مسلمانوں کے ساتھ ہندؤں کی سفاکی اور عداوت کے عجیب وغریب حالات پر بھی ایک مختصر تبصرہ ہے۔ سلطان فیروز تغلق کے حالات میں بتایا گیا ہے کہ اس نے کس طرح ہندو یتیموں اور مسکینوں کی تعلیم وتربیت کی اور ان محسن کش احسان فراموش ہندوؤں نے اپنی ناپاک ریشہ دوانیوں سے کس طرح تغلق حکومت کو تباہ وبرباد کیا۔ مصنف نے ہر جگہ اس چیز کو پیش نظر رکھا ہے کہ مسلمان پادشاہوں اور ہندوؤں کے تعلقات کیسے تھے اور ہندو اُن کی مراعات وعنایات کا بدلہ کس طرح دیتے تھے قیمت صرف ۱۲؍ ہے جو اس کتاب کے محاسن کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ ہمارے خیال میں اس کتاب کا ایک ایک نسخہ نہ صرف ہر مسلمان کے گھر میں ہونا ضروری ہے بلکہ کسی تعلیم یافتہ ہندو کا گھر بھی اس بے نظیر

محققانہ کتابوں سے خالی نہ ہونا چاہیے۔

اخبار الجمعیۃ دہلی

(مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۲۶ء)

ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کی کوئی ایسی تاریخ نہیں لکھی گئی تھی جو ملکی زبان میں ہونیکے علاوہ تاریخی تحقیقات کے جدید اصولوں پر مبنی ہو اور جسمیں صحیح ترین شہادتوں پر حصر کیا گیا ہو اس کمی کو جس کوشش کے ساتھ مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی پورا کر رہے ہیں وہ ان تمام مسلمانوں اور غیر مسلموں کے شکریہ کے مستحق ہیں جنمیں تاریخ کا صحیح مذاق ہو اور جو یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ تاریخ من گھڑت افسانوں کا مجموعہ ہونے کے بجائے ایسے حقیقی واقعات کا مجموعہ ہو جو نہایت حزم و احتیاط کے ساتھ تلاش و جستجو کے بعد جمع کیے گئے ہوں۔ فاضل مصنف نے کتاب کا بہت بڑا حصہ محمد تغلق کے حالات پر صرف کیا ہے اور ایسا کرنے میں وہ یقیناً حق بجانب تھے کیونکہ بقول اُن کے "یہ مسلمان بادشاہ سب سے زیادہ مظلوم ہے" اسلامی تاریخ پر یہ ان کا ایک احسان عظیم ہے۔ اس جلد میں ملا محمد قاسم فرشتہ۔ خواجہ نظام الدین احمد ابن بطوطہ۔ ملا عبدالقادر بدایونی۔ شمس سراج عفیف کی کتب تواریخ کے علاوہ تاریخ فیروز شاہی۔ تاریخ مبارک شاہی۔ ریاض السلاطین۔ مرأۃ سکندری کے حوالے جابجا موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے کسقدر عرقریزی کے بعد فارسی تاریخوں سے مواد جمع کیا ہے جو اس عہد کی معتبر ترین کتابیں ہو سکتی ہیں۔

ملنے کا پتہ

منیجر تجارتی کتبخانہ حسن نظامی الیکٹرک پریس کمپنی لمیٹڈ دہلی